قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

احوال و آثار و باقیات و متعلقات

مرتب

نور الحسن راشد کاندھلوی

مکتبۂ نور

محلہ مولویان کاندھلہ، مظفرنگر، یوپی

روداد چندہ بلقان کی دینی، ملی، تاریخی اہمیت پس منظر، افادیت اور بعد کے عہد پر اس کے اثرات

از: نور الحسن راشد کاندھلوی

آئندہ صفحات میں جس کتابچہ یا روداد کی نقل پیش کی جارہی ہے وہ ہماری دینی، ملی
تاریخ خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حزب ولی اللہی اور اس کے غیور و باحمیت
زندگی کی ایک اہم، قابل ذکر، قابل فخر، مگر گم شدہ ورق کی حیثیت رکھتا ہے۔
یہ مختصر کتابچہ ہماری اس گم گشتہ تاریخ کا ایک قابل ذکر حصہ ہے جس پر علمائے اسلا
ہمارے اسلاف کی غیرت و حمیت اور دینی قربانیوں کے لازوال نشان ثبت ہیں:

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اس کتابچہ میں علمائے اسلام اور عامۃ المسلمین کی حمیت دین، غیرت ملی جذبہ جہاد اور
وعمل کی ایک داستان اور دفتر پوشیدہ ہے کہ جب کبھی عالم اسلام پر کوئی سانحہ رونما ہوتا تھا ہما
بزرگ کس طرح تڑپ جاتے تھے اور مظلوم ستم رسیدہ مسلمانوں کی مدد کے لئے کس عزم و حوصل
بلند جذبات کے ساتھ آگے بڑھتے تھے اور اس موقع پر مسلمانوں کو امداد و تعاون کی ترغ
دینے کے لئے کیسی جدوجہد اور کوشش فرمایا کرتے تھے۔ یہ کوشش صرف زبانی جمع خرچ، یا رق

فراہم کرنے چندہ بھجوانے تک محدود نہیں تھی، بلکہ چاہتے تھے کہ خود موقع پر میدان جنگ میں جاکر اس جماعت اور قافلۂ جہاد میں شریک ہوں، قافلہ ایمان کو اپنے لہو سے سیراب کریں اور چمن اسلام کو اپنی جان دے کر شاداب فرمائیں۔

یہ مختصر کتابچہ اس عہد کا ایک گم شدہ نشان ہے جب ہم اسلام کے آفاقی تصور سے شرسار تھے ملت کے قدم سے قدم ملا کر چلنا سعادت سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ:

ابر و باقی تیری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی، دنیا میں تو رسوا ہوا
فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اس کتابچہ میں سب سے پہلے روس کی ترکی پر یورش اور اس کے نقصانات کا مختصر ذکر کیا گیا ہے کہ کس قدر مسلمان شہید ہو گئے کس قدر عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے اور کس قدر مسلمان شہید ہو چکے ہیں پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت حرمین شریفین کی حفاظت و حرمت خلیفۃ المسلمین کی وجہ سے محفوظ ہے اگر خدا نہ کرے، خلیفۃ المسلمین اور عالمی نظام نظام خلافت کو کچھ صدمہ پہنچا تو اس کے اثرات حرمین شریفین تک ظاہر کر سکتے ہیں اور اگر اللہ نہ کرے ان مقدس مقامات کی حرمت کسی بھی طرح متاثر ہوئی تو خود مسلمانوں کی کیا حقیقت باقی رہ جائے گی اس لئے خلیفۃ المسلمین کی اعانت و حمایت بنیادی اسلامی ضرورت اور گویا فرض عین ہے اگر یہ نظام یہ حکومت نہ رہی تو پورے عالم اسلام کا نظام متاثر ہو گا (بدقسمتی سے ان حضرات کا یہ خیال بعد کے دور میں صحیح ثابت ہوا)

اس لئے دینی غیرت کو جگایا گیا اور پوری ملت کو آواز دی گئی ہے کہ اٹھو، غازیان اسلام کے قدم سے قدم ملا کر چلو، اگر اس کا موقع نہیں تو ان کی بھرپور مالی مدد کرو اور یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اس وقت مدرسہ کی خدمت مسجدوں کی تعمیر اور تمام دینی کام ثانوی حیثیت رکھتے ہیں یہ کام اگر وقتی طور پر رک جائیں گے، یا اس کی تعمیر و ترقی میں کچھ کمی ہو جاتی ہے تو اس سے کچھ بڑا نقصان متوقع نہیں، یہ ادارے اور مسجدیں بعد میں بھی تعمیر ہو سکتی ہیں، لیکن اگر ملت پر کوئی حرف آیا اور خدا نہ

کرے حرمین شریفین کی حرمت پامال ہوئی تو اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ یہ بہت اور غیر معمولی ب
ہے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے، یہی اس کتابچہ کی اصل روح اور دعوت ہے۔

زیر تعارف کتابچہ یا روداد کی تفصیل یہ ہے کہ:

یہ روداد یا کتابچہ ۱۱½/ ۸½ سائز کے بارہ صفحات پر مشتمل ہے پہلے پانچ صفحات میں ترکی ا
روس کی جنگ کے عالمی ملی نقصان کا ذکر کیا گیا ہے، اور ترکی کی مدد پر توجہ دلائی ہے۔ ص ۵، ۶
موصولہ رقموں کا جو بمبئی کے ترکی قونصل خانہ کو بھیجی گئی، حساب درج ہے۔ اس کے بعد تر
حکومت کے اس وقت کے قونصل حسین حسیب عثمان آفندی کے خطوط یا رقومات کی سات رسید
درج ہیں، جس میں پانچ ارباب مدرسہ دیوبند کے نام ہیں، اور ایک ایک امداد علی خاں اور جیو
خان صاحب سہارنپور کے نام ہے، اس کے بعد اردو میں یہ اطلاع ہے کہ خلیفۃ المسلمین کے دفت
خاص سے بھی رقم کی رسیدیں آئی ہیں، مگر وہ سب ترکی میں ہیں، اس لئے یہاں شامل نہیں ک
گئیں۔ اس تین سطری مختصر اطلاع کے بعد، وزیر اعظم ترکی ابراہیم ادہم کا شکریہ کا فارسی میں
مفصل خط ہے، جس کا علمائے کرام نے بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ مرصع جواب لکھا تھا، مگر
تمام رسیدیں اور جملہ خطوط فارسی میں ہیں، ترجمہ درج نہیں۔ حسابات میں بھی رقم درج ہے،
جس کے جاننے پڑھنے والے اب کم ہی رہ گئے ہیں، اس لئے راقم سطور نے اس کو ہندسوں میں
لکھدیا ہے، رسیدوں اور خطوط کا اردو میں ترجمہ کردیا ہے۔ اصل روداد کی تحریر اور کتابت ایسی ہے
کہ پڑھنے میں دشواری ہوسکتی ہے، اس لئے اس کو علیحدہ سے کمپوز کراکر بھی شامل کردیا ہے، نیز
اصل اشاعت میں کہیں کوئی عنوان درج نہیں تھا، عنوانات کا بھی اضافہ کیا اور احتیاط کے طور پر
اصل نسخہ کا عکس بھی شامل کردیا ہے، تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔ اسکے بعد حضرت
مولانا کا ایک خط اور فتوی ضمیمہ کے طور پر شامل ہے۔

حضرت مولانا نے ترکی کی حمایت کا فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر مطالعہ واستدلال کی روشنی میں کیا
تھا، اور اس سلسلہ میں زیر تعارف کتابچہ کے علاوہ کم سے کم دو تحریریں اور مرتب فرمائی تھیں، ان
میں سے پہلی تحریر (جس کا حضرت مولانا نے اپنے ایک خط میں ذکر کیا ہے) راقم سطور کو نہیں ملی،
دوسری تحریر حافظ احمد سعید، مراد آباد کے نام خط اور مفصل فتویٰ تھا، یہ خط اور فتویٰ چھپا ہے اور اس

کے پرانے قلمی نسخے بھی موجود ہیں، یہ فتویٰ اور خط ایک پرانی تحریر سے اخذ کر کے اس مضمون کے ضمیمہ کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔

مگر تعجب اور افسوس ہے کہ دار العلوم دیوبند اس کے عالی مرتبت علماء اور بانیان کرام اور اس کے فیض یافتگان کی طویل و وسیع تاریخ میں اس کتابچہ کا اب تک غالباً کہیں ذکر نہیں آیا، حالاں کہ یہ ہماری ملی غیرت کا نشان، حمیت کی ایک علامت اور قومی تاریخ کا اہم اور قابل ذکر ورثہ ہے۔

یہاں یہ بھی عرض کر دینا چاہئے کہ راقم سطور کے خیال میں حضرت شیخ الہند کی زندگی اور اولو العزمی پر حضرت مولانا نانوتوی کی اس خدمت بلکہ کارنامہ کا بہت بڑا حصہ اور گہرا اثر معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ۱۸۵۷ء کی تحریک تو شیخ الہند کے شعور سے پہلے برپا ہوئی تھی، اس وقت حضرت شیخ الہند کا حضرت مولانا نانوتوی سے رابطہ تھا، نہ کاروان حریت کے اور قافلہ سالاروں سے۔ روس اور ترکی کی جنگ وہ پہلا اہم واقعہ ہے جس کے حضرت مولانا نانوتوی اور اس کارواں کے قائدین پر وسیع اثرات کا شیخ الہند نے خود مشاہدہ کیا ہوگا، اس وقت شیخ الہند جوان تھے، شیخ الہند نے اس وقت ان حضرات کی کڑھن اور چبھن دیکھی اور محسوس کی ہوگی اور شیخ الہند نے اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا ہوگا کہ ان حضرات کے دل میں جو لاوا دہک رہا ہے، یہی ہمارا بھی مقصد حیات، اور نشانِ راہ ہونی چاہئے۔

چوں کہ یہ سب واقعات شیخ الہند کے سامنے پیش آئے تھے، انہوں نے اپنے استاد اور مربی مولانا محمد قاسم کی بے چینی دیکھی تھی جو یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ حضرت مولانا نانوتوی اور علماء کا ایک بڑا قافلہ جہاد میں عملی شرکت کے ارادہ سے مکہ معظّمہ کے سفر پر نکلا تھا، شیخ الہند بھی اس قافلہ میں شریک اور اپنے حضرت استاد کے ہم قدم تھے اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ جنگ میں شرکت کے لئے جو خاص مجلسیں ہوتی ہوں گی اور میدان جنگ تک پہنچنے کے لئے جو تجویزیں منظور ہوتی ہوں گی، شیخ الہند ان سب میں برابر شریک رہتے ہوں گے۔ اس لئے یہی فکر، یہی درد اور غم شیخ الہند کے رگ و پے میں سما گیا، اور یہی وہ چنگاری تھی جو شعلۂ جوالہ بن کر ابھری اور شیخ الہند کو اک نہ ختم ہونے والا جذبہ اور صدیوں تک زندہ و تازہ رہنے والا حوصلہ عطا کر گئی، یہی چنگاری اور حوصلہ تھا، جس نے بعد کے دور کی ہند اسلامی تاریخ پر اپنے عزم و حوصلہ کے گہرے اثرات چھوڑے

ہیں اور امید ہے کہ آئندہ بھی یہ قافلہ اسی طرح تازہ دم اور رواں دواں رہے گا، اور یہ بزرگانِ دین اور حضرت شیخ الہند وغیرہ احیائے دین اور احیائے جہاد کے جس جذبہ کو لیکر حجاز گئے تھے، وہ زندہ وپائندہ رہے گا اور تازہ برگ وبار لاتا رہے گا۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ جب تک خلافت اسلامیہ برقرار رہی اور ترکی میں خلیفۃ المسلمین بر سر اقتدار رہے، ان کی ذات اور بابِ عالی (قصر خلافت استنبول، ترکی) عالم اسلام کی سیاست واقتدار اور مسلمانان عالم کی محبت وعقیدت کا مرکز رہی۔ جب کبھی عالم اسلام پر کوئی مصیبت آئی خلیفۃ المسلمین نے امداد و سرپرستی کی اور جب کبھی خلافت اسلامیہ پر کوئی زد پڑی اور باہر کی کسی حکومت، خصوصاً عیسائیوں نے خلافت اسلامیہ کے زیرنگیں ریاستوں اور صوبوں پر حملہ کیا یا ان کو کچھ نقصان پہنچایا، تو دنیائے اسلام میں سخت بے چینی پھیل گئی۔

اسی طرح کا ایک بہت بڑا اہم اور تاریخی حادثہ اس وقت پیش آیا جب مشرقی یورپ (EASTERN EUROPE) کی ترکی کے زیرنگیں مسلمان ریاستوں کے عیسائیوں نے مسلمانوں اور ترکی کے اقتدار کے خلاف مسلح بغاوت کی اور روس کی زار شاہی حکومت نے ترکی حکومت سے کئے ہوئے اپنے تمام معاہدے یکسر توڑ کر، عیسائیوں کی اس مجرمانہ تحریک کا ساتھ دینے اور ان ریاستوں کو ترکی اور مسلمان ارباب انتظام سے چھین کر اپنے اختیار میں لینے کا فیصلہ کیا۔ اس غیر متوقع جنگ سے عالم اسلام اور حکومت اسلامیہ کے اقتدار کو جو خطرہ ہوگیا تھا اور روس کی فتوحات کی خبروں سے جو بے چینی پھیل گئی تھی اسکے اثرات ہندوستانی مسلمانوں پر بھی پڑے، اور یہاں بھی اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس وقت اندیشہ کیا جارہا تھا کہ اگر اس کا توڑ اور موثر مقابلہ نہ کیا گیا تو روسی فوجیں دریا پار کر کے براہ راست ترکی پر حملہ کرسکتی ہیں، اس صورت میں حرمین شریفین بھی غیر ملکی تسلط سے محفوظ نہ رہیں گے، اس اجمال کی کسی قدر تفصیل کے بعد دوسرے پہلوؤں کا ذکر کیا جائے گا۔

مشرقی یورپ اور مشرقی ایشیا کی مسلم ریاستیں صدیوں سے عالمی اسلامی نظام کا حصہ اور ترکی سلطنت (خلافت) کے زیرنگیں تھی، مگر مقامی حکام کی باہمی رقابتوں سیاسی ناعاقبت اندیشی کی

وجہ سے یہاں کا نظام بگڑا، کئی مرتبہ بیرونی طاقتوں (عیسائیوں) خصوصاً روس نے یہاں مداخلت کی، کئی کئی مرتبہ جنگیں ہوئیں، صلح کی گئی، معاہدے ہوئے، رسم دوستی کی تجدید کی گئی، مگر کچھ دنوں کے بعد پھر وہی حالات بنے۔ خاص طور سے روس نے اور دوسرے مغربی ملکوں نے بھی پرانے معاہدوں اور ترکی حکومت کی عنایات کو پس پشت ڈال کر غداری کی، ترکی کی مذکورہ ریاستوں میں مرکز خلافت سے علیحدگی کی تحریک چلائی، مسلح بغاوت کرائی، خود جنگی بگل بجادیا، اپنی فوجوں سے مذکورہ ریاستوں کو تاراج کرایا، غرض یہ کشمکش تقریباً تین سو برس تک چلتی رہی۔ کتنے ہی معاہدے ہوئے اور ٹوٹے، کئی مرتبہ صلح اور امن کے عہد و پیمان ہوئے اور ان کی خلاف ورزی کی گئی، اسی سلسلہ جنگ وامن یا اعتماد اور فریب کی ایک بڑی کڑی جنگ کریمیا تھی۔

۱۸۴۴ء میں، روس کا بادشاہ زار نکولس انگلستان برطانیہ گیا اور برطانیہ کی حکومت سے خلافت عثمانیہ (ترکی حکومت) کی ریاستوں اور صوبوں کے تقسیم کرانے اور ان کی بندر بانٹ کی تجویزیں برطانوی حکومت کے سامنے رکھیں، مگر برطانیہ نے ان تجویزوں کو ماننے اور روسی حکمت عملی کو قبول کرنے اور اس میں شریک ہونے سے انکار کردیا، مگر نکولس جو ترکی حکومت کی ریاستوں پر حملہ کرنے کی تیاری کرچکا تھا، موقع کی تلاش میں تھا، یہ موقع اس کو جلد ہی مل گیا۔ روس نے ترکستان کی مسلم ریاستوں کے عیسائیوں کے حقوق کا سہارا لے کر ترکی پر حملہ کردیا۔ روس کی اس جارحیت پر برطانیہ اور فرانس ترکی کے ساتھ تھے، دونوں ملکوں نے کھل کر ترکی کی مدد کی، آخر میں روسی پسپا ہونے پر مجبور ہوئے۔ اسی درمیان نکولس زار روس کا آخری وقت آگیا، نکولس کے بعد اس کا بیٹا الیگزنڈر دوم (ALEXANDROUPOLIS II) بادشاہ بنا، مگر اس کو جلد ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ اس وقت جنگ جاری رکھنا روس کے مفاد میں نہیں، اس لئے آسٹریلیا کے واسطے سے صلح کی گفتگو شروع ہوئی اور مارچ ۱۸۵۶ء (رجب ۱۲۷۳ھ) کو پیرس میں صلح نامہ پر دستخط ہوگئے۔ صلح نامہ کے مطابق کریمیا پر روس کی اجارہ داری تسلیم کی گئی اور دریائے ڈینوب (DANUBE) کا دہانہ اور...... کا چھوٹا سا علاقہ ترکی کو دیدیا گیا۔

اس وقت تو صلح نامہ ہو گیا تھا مگر بعد میں روس نے سمجھا کہ یہ صلح نامہ اس کے ارادوں کے راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے، اس لئے اس نے بغیر کسی معقول وجہ کے عثمانی (ترکی) حکومت کی فوجوں پر ۱۸۷۴ء (۱۲۹۴ھ) میں ایک اور بڑا حملہ کر دیا۔ ۱۸۵۶ء کے معاہدہ کی وجہ سے اس طرح کے کسی حملہ کی امید نہیں تھی اور یہ حملہ اچانک ہوا، جس کی وجہ سے ترکی فوج اور مقامی ریاستوں کے ذمہ داروں اور فوجی افسروں کو مقابلہ میں سخت پریشانی کا سامنا ہوا، اس پریشانی کو ان ریاستوں کے درمیان سخت اختلافات اور باہمی پنجہ کشی نے بہت بڑھا دیا تھا، جس کے نتیجہ میں ایک کے بعد ایک بلقانی ریاستوں کے علاقے ترکی حکومت کے ہاتھوں سے نکلتے چلے گئے۔ یہی وہ موقع تھا جب ہندوستان کے علماء کے قائدین سر بکف میدان میں آئے اور مشرقی یورپ کے مسلمانوں کی حمایت کے لئے حجاز، وہاں سے ترکی حکومت کے زیر انتظام جنگ کے میدان میں جانے کا فیصلہ کیا۔ کسی قدر تفصیلات آرہی ہیں۔

اگرچہ اس زمانہ میں خصوصاً یورپ اور ترکی خبریں مقامی اخبارات تک براہ راست پہنچنے کے ذرائع بہت کم تھے، جو خبریں اطلاعات آتی تھیں ان کا ترجمہ باخلاص مقامی اردو اخبارات کے حصہ میں آتا تھا۔ اس واسطہ در واسطہ کے ذریعہ سے جو خبریں آتی تھیں، ان میں مشرقی یورپ کے مسلمانوں پر عیسائیوں اور روس کی براہ راست یا بالواسطہ مظالم کی تفصیل نیز ترکی حکومت اور مسلمانوں کی مزاحمت کی جدوجہد کا واقعی تذکرہ اور ترکی حکومت کے تعاون اور حوصلہ افزائی

(۱) روس اور ترکی کی یہ جنگ جس کا بار بار تذکرہ آیا ہے دونوں ملکوں کی تاریخ اور خاص طور سے اس علاقہ کے مسلمانوں اور خلافت اسلامیہ کی تاریخ کا ایک پُر الم مگر اہم باب ہے، لیکن راقم سطور کو ترکی کی کوئی ایسی مستند اور معتبر تاریخ دستیاب نہیں ہوئی جس میں اس جنگ کا تفصیلی تذکرہ ملتا۔ پیش نظر کتابوں میں صرف ایک کتاب ایسی ہے جس میں اس جنگ کا تفصیلی ذکر ہے، یہ عزیز لکھنوی کی فارسی مثنوی "قیصر نامہ" ہے، جس میں عزیز نے ادبی اور شاندار زبان میں اس کی تفصیلات نظم کی ہیں۔ مثنوی قیصر نامہ انسٹھ (۵۹) صفحات پر مشتمل ہے، جس میں ص ۲۰ سے آخری صفحات تک روس کی سازش، معاہدہ شکنی اور جنگ جوئی کا اور بعد کے تمام واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے اس مثنوی پر مولانا عبد العلی آسی مدراسی کا مفصل پُر از معلومات علمی حاشیہ ہے، جس میں عزیز لکھنوی نے کلام کی خوبیوں، صنائع بدائع، تشبیہات و استعارات اور تاریخی اشارات کی بہت عمدہ تشریح کی ہے، جس سے اس مثنوی کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔

مثنوی قیصر نامہ حاجی عبد الرحمان کے اہتمام سے مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۵) میں چھپی تھی، جو اس حادثہ کا معاصر رو داد و دستاویز ہے اور اس جنگ کے موقع پر ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات و خیالات کی خوبصورت اور مؤثر ترجمان ہے۔

ذکر بہت کم ہوتا تھا۔ عالمی ذرائع ابلاغ مغربی ملکوں کے مفادات کے ترجمان تھے اور اس زمانہ میں بھی (آج کل کی طرح) مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنا ان کی وحدت کو مٹانا اور ان کی کمزوریوں اور حکومتوں کی برائیوں کو پہاڑ بنا کر دیکھنا اور دکھانا ان کا بنیادی مقصد اور معمول تھا، مگر صداقت ہزار پردوں سے نکل کر سامنے آجاتی ہے، یہی روس اور ترکی کی جنگ کے متعلق اخبارات میں چھپی ہوئی خبروں کا بھی حال تھا، اگرچہ ان میں ترکی کے موقف کی ترجمانی کم ہی ہوتی تھی، مگر پھر بھی عام مسلمانوں کو ان خبروں سے گہری دلچسپی تھی۔ وہ ان خبروں کو (بجا طور پر) خلافت اسلامیہ کے ختم کرنے کی سازش کے پہلو سے دیکھتے تھے اور اس وقت کا اس کا خاصا امکان تھا کہ اگر ترکمانستان اور بلقان کی ریاستوں میں روس اور غیر مسلم قوتوں کو کامیابی ملتی ہے اور اس میں عیسائی ریاستوں کا درپردہ اتحاد ہو جاتا ہے، جس کی خبریں گرم تھی، تو اس کے اثرات براہ راست ترکی تک پہنچنے میں دیر نہ لگتی اور چوں کہ اس وقت حجاز اور ملحقہ ریاستوں کی خود مختار حیثیت نہیں تھی اور یہاں کے اندرون نظام میں بیرونی طاقتوں کے حملہ سے مقابلہ کی صلاحیت بھی کم تھی، اس لئے اس کا بھی بہت اندیشہ تھا کہ حرمین شریفین پر عیسائی مسلط ہو جائیں گے اور عالم اسلام کا مرکز عیسائیوں کی چشم و ابرو کے اشاروں کا محتاج اور اسیر ہو کر رہ جائیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ خطرہ صرف خطرہ نہیں تھا، بعد کے حالات نے بتادیا کہ حضرات علماء کی بصیرت نے ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۴ء) میں جس خطرہ کو سنہ ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۴ء) میں محسوس فرمالیا تھا وہ ایک عرصہ کے بعد اس وقت ظاہر ہوا، جب حجاز کے گورنر شریف حسین نے باب عالی سے کھلی بغاوت کر کے خلافت اسلامیہ اور ترکی کی عظیم الشان سلطنت کو پارہ پارہ کرنے کے عیسائیوں کے منصوبہ کو آگے بڑھایا، اور پھر یہ وبا عام ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک اب عالم اسلام کی حکومتیں اور مسلمان اپنی اس غفلت کی کھلی سزا پا رہے ہیں اور اس ارشاد نبوی کی کھلی تصدیق اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے کہ:

يوشك الامم ان تداعى عليكم كما تداعى الا كلة الىٰ قصعتها ، فقال قائل ومن قلة	عن قریب کفر و بد دینی کی بعض جماعتیں (دشمنانِ اسلام) کچھ اور جماعتوں کو تمہاری شوکت (و قوت) کے توڑنے کے لئے (اس طرح اکٹھا کریں گی) اور

نحن یومئذٍ؟ قال بل انتم یومئذ کثیرٌ، ولکنکم غثاء کغثاء السیل۔ ولینزعن الله من صدورِ عدوکم المهابة منکم ولیتهذفن فی قلوبکم الوهن، قال قائل یارسول الله! وما الوهن؟ قال "حب الدنیا وکراهیة الموت"
(رواه ابوداؤد و البیهقی فی دلائل النبوة، عن ثوبان رضی الله عنه) (۱)

بلائیں گی جس طرح کھانا کھانے والوں کو دسترخوان پر بلایا جاتا ہے (اور وہ لوگ بغیر کسی تامل کے بے روک ٹوک جمع اور اکٹھا ہو جاتے ہیں) اسی طرح وہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے مشوروں اور منصوبوں کے لئے بے روک ٹوک جمع ہو جائیں گے اور وہ جمع ہو کر تم کو سخت نقصان پہنچائیں گے اور تمہارے مال و جان کو برباد کریں گے) ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اس دن کم تعداد میں ہوں گے، ارشاد فرمایا نہیں، تم بہت ہو گے، لیکن تمہاری کثرت ایسی ہوگی جیسے پانی کے جھاگ ہوتے ہیں (کہ ذرا سے اشارہ میں ختم اور بے نام و نشان ہو جاتے ہیں) اس وقت اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب ختم فرمادے گا اور تمہارے دلوں میں وَہن ڈال دے گا۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت کا ڈر۔

بہر حال جب یہ بڑا ملی حادثہ پیش آیا تھا ہندوستان میں ایک آگ سی لگ گئی تھی۔ کیوں کہ اس وقت تک ہماری ملی غیرت پامال نہیں ہوئی تھی، کچھ حرارت اور چنگاریاں باقی تھیں ہمارے عوام و خواص سب خود کو کاروانِ ملت کا حدی خواں، عالم اسلام سے وابستہ اور خلافت اسلامیہ کا ہمدرد اور وفادار سمجھتے تھے، اور ہر دکھ درد میں عالمی اسلامی قافلہ کے شریک رہتے تھے۔ اس وقت لگتا تھا کہ یہ صدمہ ترکوں کو نہیں پہنچا، یہ زخم بلقانیوں کے سینے پر نہیں لگا، یہ آبرو ترکستانیوں کی نہیں لٹی، یہ کوسو کے رہنے والوں کی غیرت کا امتحان نہیں ہوا، بلکہ یہ صدمہ خود ہمیں پہنچا ہے، یہ زخم ہمارے سینوں پر لگے ہیں، یہ آبرو ہماری بہنوں کی لٹی ہے، یہ ہماری ملی غیرت و حمیت کا امتحان ہے، اور یہ سب ہماری اپنی داستان، اپنی کہانی اور سوزِ غم ہے۔

اس وقت تک ہماری غیرت فنا، ہماری قوت فکر و عمل مردہ اور ہمارا ضمیر بے حس نہیں ہوا

(۱) مشکوٰة (باب الانذار و التحذیر۔ الفصل الثانی) ص ۵۴۹

تھا۔ سیکولرزم کے بھوت، زبان، علاقے اور برادریوں کے فتنوں اور بے غیرتی نے ہمارے دل ودماغ کو متاثر نہیں کیا تھا اور مغربی پروپیگنڈے اور مقامی مفادات نے ہمارے اعصاب کو بے حس اور نظریات کو اپنا غلام نہیں بنالیا تھا۔ ہمارا سوچنا، ہماری جدوجہد اور ہماری تحریکات کا رخ احیائے دین کی مخلصانہ جدوجہد کی طرف تھا، ہمارا عالمی اسلامی برادری کے ساتھ مل کر قدم بڑھانے کا اور ہر اک دینی اصلاحی کوشش میں ملت کا ساتھ دینے کا مزاج تھا اور اس وقت تک ہم خود کو عالمی اسلامی ملی کارواں کا ایک حصہ سمجھتے تھے، اسلئے جب یہ خبر آئی تو عالم اسلام کے ساتھ ہندی مسلمانوں کے بھی دل دھڑکے، جب جب ہندوستانی مسلمان روس کی پیش قدمی کی خبر سنتے ان کو ترکوں کے صدمہ کا احساس غم زدہ کردیتا تھا اس وقت تک ہمارا سب کا حال یہی تھا کہ:

لگ جائے کہیں چوٹ مگر درد یہیں ہے۔

حضرات علماء کرام جو دینی غیرت کے پتلے تھے اور خود کو عالمی ملی کارواں کا ناچیز خادم اور معمولی حصہ سمجھتے تھے اس حادثہ سے شاید سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ ان کی دینی محبت کا تقاضہ تھا کہ وہ اس صدمہ کو اپنا ذاتی صدمہ سمجھتے اس کے نقصان کی تلافی کے لئے ہر ممکن جدوجہد کرتے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ بزرگوں اور علماء نے حضرت مولانا محمد قاسم کی سربراہی اور سرپرستی میں، مولانا کے شوق اور توجہ دلانے سے یہ اہم اور تاریخی فیصلہ فرمایا کہ ہم سب خلافت اسلامیہ اور شرقی یورپ مسلمانوں کی مدد کے لئے زیادہ سے زیادہ اور جو کچھ بھی کرسکتے ہیں اس کے لئے بھرپور کوشش کریں گے اور اس تعاون اور کوشش کی دو صورتیں ہوسکتی تھیں:

۱۔ مشرقی یورپ کے مسلمانوں مجاہدین اور ترکی فوج کے جوانوں اور جنگ کے شہدا کے یتیموں اور بیواؤں کی مالی امداد، جس سے ان کے حوصلوں میں توانائی آئے اور وہ خود کو تنہا محسوس نہ کریں، اور ان کو یہ یاد رہے کہ ہندوستان میں بھی ان کے دینی بھائی موجود ہیں جو اس کی مصیبت کے موقع پر ان کے ساتھ اور ان کے رنج والم میں برابر کے شریک ہیں، اور وہ لوگ آئندہ بھی خود کو تنہا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ:

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہامی روی

دوسرا اس سے بھی کہیں بڑا، نتائج کے لحاظ سے دوررس فیصلہ یہ تھا کہ:

۲۔ مجاہدین کے دوش بدوش میدان جہاد میں قدم رکھتے اور بذات خود جنگی مہمات میں حصہ لے کر دشمنان اسلام سے مقابلہ کیا جائے، ظاہر ہے کہ یہ مرحلہ بہت ہی نازک اور اہم فیصلہ تھا، مگر جن اصحاب کی زندگانی کا ایک ایک سانس خود کو خدمت دین کے لئے قربان کر دینے سے عبارت تھا وہ اس نازک اور اہم موقع پر کیسے پیچھے رہ سکتے تھے، ان حضرات کے فولادی عزم و حوصلہ اور پہاڑوں کی سی صلابت نے فیصلہ کیا ہمیں بذات خود میدان جنگ میں پہنچنا ہے اور مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ شریک ہو کر احیائے اسلام کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنا ہے اور اپنی جانوں کی قربانی دینی ہے۔

دونوں منصوبوں پر ایک ساتھ عمل کی بات طے ہوئی اور دونوں ہی پر عمل کی کوشش کی گئی، جس کی تفصیل (جس قدر راقم سطور کو معلوم ہوئی) ترتیب وار پیش کی جا رہی ہے۔

(۱)

پہلی ضرورت اس علاقہ کے مصیبت زدہ مسلمانوں، ترکی فوج کے سپاہیوں اور لڑائی میں شہید ہونے والوں کے بچوں اور بیواؤں کے لئے پیسے کا انتظام تھا، اس کے لئے حضرت مولانا محمد قاسم نے عام مسلمانوں سے بڑی رقم اکٹھی کر کے باب عالی (مرکز حکومت، ترکی، استنبول) بھجوانے کی کوششیں شروع کی، حضرت مولانا نانوتوی نے سب سے پہلے مدرسہ دیوبند (دارالعلوم) کی سب ذمہ داروں مدرسین طلبہ اور اہل قصبہ دیوبند سے تعاون کی درخواست و گذارش فرمائی، اس کے علاوہ اپنے سب شاگردوں، متوسلین نیاز مندوں اور خود قائم کئے ہوئے مدرسہ کے ذمہ داروں کو ادھر متوجہ فرمایا اور حسب توقع دیوبند، نانوتہ، گنگوہ، تھانہ بھون، کاندھلہ اور اطراف کے قصبات اور شہروں کے علاوہ، دور دراز شہروں میں بھی اس درخواست کی غیر معمولی پذیرائی ہوئی۔

صرف دیو بند قصبہ دار العلوم دیو بند کے اساتذہ، منتظمین اور مدرسہ کے طلبہ نے تقریباً دو ہزار روپئے پیش کئے تھے، دیو بند سے پانچ مرتبہ تعاون کی رقم فراہم ہوئی جو ترکی حکومت کے قونصلر مقیم بمبئی کو بھیجی گئی۔ ان میں سے ہر اک قسط میں طلبہ شامل تھے، پہلی قسط میں سو روپے (۱۰۰) کی امداد تھی، تیسری میں اکیس روپئے کی، چوتھی میں انہتر روپے نو آنہ کی، پانچویں میں اکیاون روپے نو آنہ کی، اسی طرح مدرسہ کے ذمہ داروں کی طرف سے جو رقم ذاتی طور پر بھیجی گئی تھی وہ ان حضرات کے حوصلہ کی گواہ اور دریا دلی کی ایک مثال ہے۔ مدرسین مدرسہ اور مہتمم کی جانب سے پہلی قسط میں چوراسی روپے، تیسری قسط میں سات سو بیس روپے بھیجے گئے جو ان حضرات کا ذاتی عطیہ تھا اور جو کل رقم کا تقریباً چالیس فیصد تھا۔

حضرت مولانا کی اہلیہ کے زیورات کا عطیہ: میرا خیال ہے کہ اس رقم میں حضرت مولانا محمد قاسم کی اہلیہ کے زیوروں کی قیمت بھی شامل تھی۔ مولانا گیلانی نے ایک قصہ مولانا قاری محمد طیب کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہ حضرت مولانا نے شادی کے فوراً بعد اپنی اہلیہ کی اجازت سے ان کا تمام زیور ترکوں کے چندہ میں دے دیا تھا۔ (۱) مولانا گیلانی نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا نے رخصتی کے بعد پہلی ہی رات میں اہلیہ کو اپنے سب زیورات ترکوں کے چندہ میں دینے کی ترغیب دی تھی، اہلیہ محترمہ نے اسی رات میں یہ تمام زیورات سلطانی چندہ میں دیدئے تھے، جب اہلیہ گھر گئیں اور والد نے زیورات نہ دیکھے تو سوال کیا، صورت حال معلوم ہوئی تو دوبارہ اسی طرح تمام زیورات بنوا کر دیئے، حضرت مولانا نے اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ فرمایا (۲)

اگر اہلیہ کا زیور اسی وقت چندۂ سلطانی یا کسی اور مقصد کے لئے دیا گیا تھا تو اس کی کوئی اور تدبیر اور صورت ہوئی ہوگی، جو کیفیت مولانا گیلانی نے نقل کی ہے اس میں کئی شبہات اور سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

دوسرے مولانا گیلانی نے اس واقعہ کو (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے تقریباً چار سال پہلے) ۱۸۵۳ء کی روس اور ترکی کی ایک اور جنگ (جنگ کریمیا) سے وابستہ کیا ہے، مگر یہ بھی صحیح

---

(۱) سوانح قاسمی ص ۵۱۱۔ ج ۱ (طبع اول دیو بند: ۱۳۷۳ھ) (۲) سوانح قاسمی ص ۵۱۳

معلوم نہیں ہوتا۔ اگر حضرت مولانا کے نکاح نہ کرنے کے ارادہ، والد کے اصرار، مولانا کے انکار اور متعلقہ واقعات کی ترتیب یہی ہے جو مولانا گیلانی نے تفصیل سے لکھی ہے تو ۱۸۵۳ء (۱۲۶۹ھ) میں حضرت مولانا کا نکاح منعقد ہونا بھی مشتبہ ہے اس وقت تک تو مولانا دہلی سے بھی نہیں آئے تھے وہاں صحیح بخاری کے حاشیہ کی تکمیل میں مشغول تھے۔ اس لئے حضرت مولانا اس زمانہ میں دہلی تشریف فرما تھے، نہ وطن آئے اور نہ اس وقت نکاح ہوا، نہ یہ قصہ پیش آیا ہوگا ؟

تیسرے ترکی اور روس کی یہ جنگ، جنگ کریمیا تھی جنگ کریمیا کے لئے بھی ہندوستان میں عام چندہ ہوا ہو، راقم سطور کو اس کا تذکرہ نہیں ملا۔ اس لئے حضرت مولانا کی اہلیہ کے زیورات چندہ میں دینے کا واقعہ بہ ظاہر اسی دوسری جنگ اور اس کے چندہ کا ہے، جس کا حضرت مولانا نے اور سب حضرات نے بہت اہتمام فرمایا تھا۔ اس جنگ اور اس کے لئے عطیہ کے وقت تک حضرت مولانا کی اہلیہ حضرت مولانا سے پوری مانوس اور مولانا سے ہم مزاج و ہم خیال ہوگئی ہوں گی، اسی وجہ سے ان زیورات کو عطا کر دینے میں تکلف نہیں ہوا۔

بہرحال حضرت مولانا اور ان کے رفقاء نے اس مہم میں خود بھی بھرپور حصہ لیا اور اپنے سب جاننے والوں، رشتہ داروں اور متعلقین کو بھی ادھر متوجہ فرمایا اور سب ہی نے حسب حیثیت دامے، درمے، قدمے، سخنے اس تحریک کو کامیاب بنانے کی انتہائی کوشش کی۔

چوں کہ یہ اک ملی ضرورت اور ایک دینی شرعی تقاضا تھا اس لئے مدرسہ دیوبند کے سر براہوں کے علاوہ اور بھی متعدد بڑے علماء اس جدوجہد میں مصروف رہے۔ دیوبند کے ضلع سہارنپور میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا محمد مظہر نانوتوی وغیرہ اس کی رہنمائی فرما رہے تھے اور گنگوہ میں اس تحریک کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (رحمہم اللہ) کی سرپرستی حاصل تھی، اس لئے ان علاقوں اور ان کے اطراف سے بھی بڑا چندہ ہوا، جو کئی قسطوں میں قونصلر حکومت ترکی کو بمبئی بھجوایا گیا۔

حضرت مولانا گنگوہی کی معرفت تین قسطیں پہنچیں، پہلی قسط سات سو چوراسی روپے کی، دوسری ستاسی روپے آٹھ آنہ کی، تیسری دو سو روپے چار آنے کی تھی، کل رقم ایک ہزار اکہتر

روپے کچھ آنہ تھی، علمائے سہارنپور نے بھی جوش و خروش سے اس کی آبیاری فرمائی، حضرت مولانا احمد علی کی توجہ سے سب سے زیادہ رقم فراہم ہوئی، حضرت مولانا کا عطیہ پانچ قسطوں میں پہنچا، جو چار ہزار دوسوتیس روپے (۴۲۳۰) پر مشتمل تھا، یہ رقم اہل سہارنپور کی اس رقم کے علاوہ تھی جو سہارنپور میں مقیم ایک اور باحمیت شخص امداد علی خاں، مالک کارخانہ شکرم اپنی اور اپنے دوستوں کی طرف سے فراہم کر کے بار بار بھیجتے رہے (۱)

یہ تو وہ رقمیں تھی جن سے حضرت مولانا محمد قاسم اور حضرت مولانا کے قریب ترین دوستوں یا بڑوں کا براہ راست تعلق تھا، اس کے علاوہ اس طرح کی رقمیں بھی خاصی تھیں جو مولانا کی توجہ دلانے کی وجہ سے مولانا کے شاگردوں وغیرہ نے منگلور، مظفرنگر، تھانہ بھون، انبہٹہ، گلاوٹھی وغیرہ سے اکٹھی کر کے بھیجی تھیں، ایک رقم کاندھلہ کی بھی تھی جو "فضیلت مآب مولوی محمد ابراہیم کاندھلوی" کی معرفت ملی تھی، یہ دوسوستر روپے تھے۔ اس کوشش کی وجہ سے یہ ہوا اطراف و نواح سے نکل کر ملک کے دور دراز گوشوں تک پہنچ گئی تھی، سب طرف سے رقمیں اور چندہ آرہا تھا اور گویا صحیح معنوں مین ہُن برس رہا تھا، ہرطرف ایک جوش اور ولولہ تھا، رقمیں فراہم کی جارہی تھیں، بمبئی پہنچ رہی تھیں، ان کی اطلاعات آرہی تھیں، شکریہ کے خطوط موصول ہورہے تھے، غرض اک عجیب کیفیت تھی، اِدھر سے تعاون وکشادہ دستی تھی اور اُدھر سے شکریہ اور پذیرائی کا اہتمام اور اعلان کیا جارہا تھا۔

اس تحریک کو پورے ملک سے جو تعاون ملا وہ غالباً ہندوستان کی اُس وقت تک کی ملی تاریخ کا سب سے پہلا اور عظیم ترین تعاون تھا۔ یہ رقم جو ہندوستان کے بے کس، غریب مسلمانوں نے گھر گھر، بستی بستی سے جمع کر کے بھجوائی تھی بارہ لاکھ روپے تھے۔ جو اس زمانہ کے لحاظ سے تو گویا ناقابل یقین رقم تھی، آج کل کے تناظر میں بھی ایک بڑی رقم ہے، اُس زمانہ کے اوسط اور قوت

(۱) جملہ رقومات کی تفصیل حسب ترتیب وصول، ترکی قونصل خانہ کی طرف سے ایک مفصل روداد یا کتاب میں شائع کی گئی تھی۔ یہ روداد بڑے سائز کے ایک سو اکسٹھ صفحات پر مشتمل ہے، جس کے ٹائٹل پر صرف دفتر اعانت ہندیہ لکھا ہوا ہے۔ شروع میں ترکی زبان میں تمہید ہے، اسی کا آخر میں فارسی ترجمہ بھی چھاپا گیا ہے۔ یہ روداد راقم سطور نے دیکھی ہے اور اس کے ضروری صفحات کا فوٹو اسٹیٹ میرے پاس موجود ہے۔

خرید کو دیکھئے تو یہ رقم آج کل لحاظ سے دس کروڑ سے بھی زائد ہو گی، اس قدر بڑی رقم کا فراہم کر لینا آج بھی آسان نہیں، مگر یہ ان حضرات کے جذبے کا اخلاص کا اثر اور مسلمانوں کا عمومی تعاون تھا جس کی مدد سے یہ بڑی مہم سرانجام پائی اور کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔

حضرت مولانا اور مولانا کے رفقاء جو رقمیں بھجواتے تھے، ترکی حکومت کے قونصلر مقیم بمبئی کی طرف سے اس کی رسید اور شکریہ کا خط آتا تھا، پانچ مرتبہ رقم گئی ہر مرتبہ فوراً رسید آئی، اور اطلاع ملی کہ مرسلہ تمام رقومات کا باب عالی آستانہ کے سرکاری ترجمان ''الجوائب'' میں حسب معمول (۱) باقاعدہ اعلان کیا جائے گا اور آخر میں جب یہ رقمیں باب عالی (جو ترکی حکومت کا مرکز اقتدار تھا) پہنچیں تو اس وقت کے سلطنت عثمانیہ کے وزیر اعظم، ابراہیم ادہم کا ۹ر جمادی الاول ۱۲۹۴ھ (۲۳ر مئی ۱۸۷۷ء) کا لکھا ہوا شکریہ کا ذاتی خط مدرسہ دیوبند کے زعماء کے نام موصول ہوا جو بلاشبہ مدرسہ دیوبند، سرپرستان مدرسہ دیوبند اور پوری ہندی ملت اسلامیہ کیلئے ایک بڑا اعزاز اور گویا تمغۂ افتخار تھا اور اسی پر تحریک کا پہلا مرحلہ نہایت کامیابی اور خیر وخوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوگیا۔

○

محولہ بالا منصوبے کا دوسرا پہلو یا تجویز مشرقی یورپ کے مظلوم مسلمانوں اور سلطنت عثمانیہ کی فوجوں کے ساتھ یک جہتی واتحاد کے اظہار کا اور دینی ضرورت سمجھ کر ان کے ساتھ مل کر جہاد میں شریک ہونے کا تھا، اس پر عمل کرنے کے لئے سب سے بہتر صورت یہی ہو سکتی تھی کہ سفر حجاز پر جائیں اور وہاں کے حالات کا مشاہدہ کر کے سفر کے دوسرے مرحلہ کی تیاری کریں۔ اس لئے سفر حج کا ارادہ کر لیا گیا، اس کارواں میں جو نئی منزلوں کا مسافر بن کر سفر کے لئے روانہ ہو رہا تھا نامور علماء کی کثیر و معتبر تعداد شریک تھی۔ مولانا سید اصغر حسین دیوبندی نے حیات شیخ الہند میں لکھا ہے کہ:

(۱) الجوائب باب عالی (صدر دفتر، حکومت ترکی) کا ہفت روزہ سرکاری ترجمان تھا جو غالباً ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء) میں نکلنا شروع ہوا تھا، سنہ ۱۲۹۴ھ میں اس کی اشاعت کا سترہواں سال تھا، اس اخبار میں جملہ سرکاری رپورٹیں اور اطلاعات چھپتی ہیں اس کا سنہ ۱۲۹۴ھ سے ۱۲۹۷ھ تک کا فائل دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی لائبریری میں ہے مگر وہ شمارے موجود نہیں جس میں علماء دیوبند کی مرسلہ رقومات کا اعلان اور شکریہ درج ہے۔

”شوال ۱۲۹۴ھ میں بزرگان ہندوستان کے قافلے نے بیت اللہ کا قصد کیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب حضرت مولانا رشید احمد صاحب جیسے بقول مقبول حضرات سالار قافلہ ہوں تو قافلہ کی کیفیت کا کیا پوچھنا۔ صدہا دیندار مسلمان مفلس و تونگر ہمراہ ہو گئے“

اور اسی میں تحریر ہے:

”ہندوستان سے ایسا مقدس مجمع اور مشہور و معروف قافلہ روانہ ہو کہ اس کی نظیر نہ گذشتہ زمانہ میں مل سکتی ہے، نہ آئندہ امید ہے“

حیات شیخ الہند ص ۲۲ (لاہور: ۱۹۷۷ء)

مگر افسوس ہے کہ ہنوز اس سفر کی جو روایات واطلاعات دستیاب ہیں وہ بہت مجمل ہیں، مختصر اشارات وواقعات یہاں درج کئے جاتے ہیں، ان اشارات کی تفصیل کی ضرورت ہے۔

اگرچہ اس کا اعلان نہیں ہوا تھا کہ یہ سفر کیوں اور کن مقاصد کے لئے ہو رہا ہے، مگر اس کا عام طور سے اندازہ تھا کہ علمائے ہند جہاد کے ارادہ سے سفر حج پر جا رہے ہیں اس لئے جیسے ہی یہ خبر عام ہوئی لوگ جوق در جوق ان حضرات کی رفاقت کے لئے نکل کھڑے ہوئے، اور ایسا رجوع عام ہوا کہ ساتھ جانے کے لئے سو سے زائد اصحاب شروع سفر سے ساتھ تھے۔ یہ قافلہ ۷/شوال ۱۲۹۴ھ (۱۵/اکتوبر ۱۸۷۷ء) سہارنپور سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا، چوں کہ یہ خبر عام ہو چکی تھی اس لئے ہر اسٹیشن پر بڑے بڑے ہجوم اور ساتھ چلنے کے لئے افراد موجود ملے، یوں:

لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اگرچہ اس وقت برطانیہ کی حکومت تھی اور حکومت برطانیہ روس اور ترکی کی جنگ میں ترکی کی حلیف تھی، مگر اس دور میں بھی ایسے ممتاز ترین علماء کا ایک بڑے قافلہ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے باقاعدہ اعلان کے ساتھ سفر کرنا آسان نہیں تھا، اسلئے خیال یہ ہے کہ حضرات علماء کرام کے اس قافلہ نے اپنے اس ارادہ کی نہ باقاعدہ تشہیر کی، نہ تردید فرمائی۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے اس سفر کی شہرت اور شرکاء کی کثرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"عام اہل اسلام نے جب دیکھا کہ دفعۃً خلاصہ ہندوستان بجانب حجاز جارہا ہے (اس لئے) جس سے بھی ہو سکا وہ معیت و ہمرکابی کے لئے تیار ہوگیا۔ اس لئے کہ بطور خود لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ یہ حضرات دینی معاونت کے لئے بحیلۂ سفر حجاز حقیقت میں ملک روم کا سفر کررہے ہیں۔ ترکی سلطنت کی طرف سے والنٹیر جماعت میں شامل ہو کر مجاہد فی سبیل اللہ ملیں گے اور جسکے نصیب میں مقدر ہے جام شہادت پی کر حیات ابدی حاصل کرے گا" (۱)

مگر چند سطور کے بعد مولانا میرٹھی نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ یہ حضرات جہاد کی شرکت کے ارادہ سے جارہے تھے، مولانا میرٹھی کے الفاظ یہ ہیں:

"لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط تھا، اس لئے کہ اول تو جانے والے حضرات میں کسی کی یہ نیت نہ تھی.........." (۲)

ہر چند کہ مولانا کے بقول یہ خیال غلط تھا، مگر سینکڑوں لوگ اس مقصد سے سفر میں شریک ہورہے تھے اور خود مولانا میرٹھی کے بقول:

"سب کچھ تھا، مگر عام خیالات کی غلطی کے رفع ہونے کی کوئی سبیل نہ تھی" (۳)

سب لوگ اسی خیال سے اس سفر میں ساتھ جارہے تھے اور قافلہ سالار اصحاب کو اس کا خوب علم تھا کہ ان سب کو یہ خبر ملی ہے اور یہ اسی مقصد سے ہمارے ساتھ سفر کررہے ہیں، لیکن اگر یہ اطلاع غلط تھی تو امید نہیں کہ حضرات علماء کرام نے جان بوجھ کر سچ بات کو چھپایا ہو، یا اپنے متوسلین اور مخلص نیک مسلمانوں کو اندھیرے یا فریب میں رکھنا پسند کیا ہو، بہ ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اطلاع صحیح تھی اور زبانِ خلق نقارۂ خدا کی ترجمان تھی۔

مولانا عاشق الٰہی کے علاوہ مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی نے بھی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کے دوسرے سفر حج کے ذکر کرتے ہوئے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سفر میں جہاد کا ارادہ شامل تھا جس کی عام شہرت ہوگئی تھی، تحریر ہے کہ:

(۱) تذکرۃ الرشید ص ۲۲۹ ج ۱ (۲) تذکرۃ الرشید ص ۲۳۰ ج ۱ (۳) تذکرۃ الرشید ص ۲۳۲۔

''اور یہ قیاسات و خیالات کچھ آج نئے نہیں تھے ۱۲۹۴ھ میں بھی جب علماء ہندوستان کا مشہور قافلہ جنگ روم وروس کے زمانہ میں روانہ ہوا تو لوگوں نے خود بخود ایسی ہی توجیہات شروع کر دی تھیں'' (۱)

مولانا اصغر حسین نے اس کے بعد جو کچھ لکھا ہے وہ توجہ چاہتا ہے۔ لکھتے ہیں:

''چوں کہ حضرت نے کوئی خاص اطلاع نہیں فرمائی تھی اس لئے مختلف لوگوں نے اپنے قیاس سے مختلف توجیہات شروع کیں، چوں کہ جنگ یورپ شروع ہو گئی تھی اور اپنی ہستی کو خطرہ میں دیکھ کر ترک بھی جرمنی کے ہمراہ شریک جنگ ہو گئے تھے، اس لئے بہت لوگوں نے اندازہ لگایا کہ ترکوں کی امداد کیلئے جاتے ہیں، بعض کا خیال تھا کہ غیر اسلامی سلطنت اور خلاف شرع قوانین سے گھبرا کر قریب ترین اسلامی سلطنت کابل کی طرف قصد فرما رہے ہیں'' (۲)

اس اجمال سے تفصیل جھلک رہی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ شیخ الہند کا دوسرا سفر حج بھی پہلے سفر کی طرح ان ہی اصولوں پر مرتب ہوا تھا جس پر پہلا سفر ہوا تھا، اور جس طرح پہلے سفر کے متعلق یہ شہرہ عام تھا کہ ترکوں کی مدد کے لئے جا رہے ہیں، اس کی بھی توثیق نہیں کی گئی تھی، اسی طرح پہلے سفر کی بھی نہ شہرت کی گئی تھی، نہ تردید۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ شیخ الہند کا دوسرا سفر واقعتۃً سادہ سفر تھا، جہاد کے مقاصد تکمیل ترکی کی حمایت، اور خالص عالمی اسلامی نقطۂ نظر سے دفاعی جدوجہد اس سفر میں بھی پیش نظر نہیں تھی راقم کا خیال ہے کہ یہی حال پہلے سفر کا بھی ہے، مگر اس پر اس حیثیت سے توجہ نہیں کی گئی۔

اگرچہ مولانا عاشق الٰہی نے اس سفر کے سفر جہاد ہونے کی صاف تردید کی ہے اور لکھدیا ہے کہ:

''لوگوں کا خیال بالکل غلط تھا'' (۳) مگر یہاں یہ عرض کرتے ہیں تامل نہ ہونا چاہئے کہ مولانا عاشق الٰہی کا ایک خاص ذوق و مزاج تھا، مولانا سیاسی قصوں سے ہمیشہ علیحدہ رہتے تھے نیز جس وقت تذکرۃ الرشید لکھی گئی تھی اس زمانہ (۱۹۰۶ء، ۱۹۰۸ء) میں انگریز کے خلاف برپا تحریکوں

(۱) حیات شیخ الہند ص ۴۰ ادارہ اسلامیات لاہور: ۱۹۷۷ء

(۲) تذکرۃ الرشید ص ۲۴۱ ج ۱ (اشاعت العلوم سہارنپور ۱۹۷۷ء) (۳) تذکرۃ الرشید ص ۲۳۰ ج ۱۔

اور جہاد کی کسی بھی جدو جہد کی حمایت کا تذکرہ خطرہ سے خالی نہیں تھا، اس لئے جب کبھی اس طرح کے کسی واقعہ کا ذکر ضروری ہو جاتا ہے تو مولانا میرٹھی اس کو ایسے الفاظ میں لکھتے ہیں جس سے شورش اور جہاد کی بات نسبتاً ہلکی معلوم ہو۔ مولانا میرٹھی کا یہی رجحان کا تذکرہ الرشید میں معرکہ شاملی و تھانہ بھون کے تذکرہ میں ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مولانا میرٹھی کو ۱۸۵۷ء میں حضرات علماء کی جدو جہد کی تفصیلات معلوم تھیں، انہوں نے ایسے متعدد اصحاب کو دیکھا تھا جو ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں شریک بلکہ اس کے بنیادی ذمہ داروں میں سے تھے، اور تذکرۃ الرشید کی تالیف کے وقت تک ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں شریک متعدد اصحاب اور عام شرکاء زندہ تھے، ان سے ۱۸۵۷ء کے متعلق صحیح فیصلہ کن معلومات فراہم کر لینا دشوار نہیں تھا، مگر مولانا نے اس کو نظر انداز فرما دیا اور جو واقعات لکھے ان کو بھی اس طرح گول مول الفاظ میں لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے معرکہ شاملی و تھانہ بھون اور اس کے دوسرے گوشوں کے متعلق اب تک اختلاف چلے آتے ہیں اور یہ مولانا کے اسی رویہ کا اثر ہے کہ حالیہ دور میں متعدد اصحاب نے معرکہ ۱۸۵۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ اس خطہ کے علماء نیز دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے اکابر کی شرکت کا صاف انکار کر دیا ہے۔

میرے خیال میں ۱۲۹۵ھ کے واقعہ کی تفصیل میں بھی مولانا میرٹھی کا رویہ اسی احتیاط اور ابہام کا ہے۔ دوسرے تذکرہ نگاروں کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے بھی اس واقعہ کے بنیادی اجزاء اور دوسری معلومات کم یاب ہیں تاہم ضرورت ہے کہ اس واقعہ کی تفصیل اور خلیفۃ المسلمین کی امداد کے مختلف گوشوں کو تلاش کیا جائے تو امید ہے مزید معلومات دریافت ہوں گی۔

سفر حج کے مقصد کے حوالہ سے میرے اس خیال کو مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کے ایک اور اندراج سے تقویت ملتی ہے۔ مولانا عاشق الٰہی نے اسی قافلہ کی واپسی کے احوال میں ذکر کیا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ نے حضرت مولانا گنگوہی سے فرمایا تھا:

> مولانا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ سے علیحدگی ہو، مگر ہمراہیان کے پاس خرچ کم رہ گیا ہے اور آپ کی ذات سے اہل ہند کو جو نفع ہے وہ ظاہر ہے، اس لئے

مناسب یوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ اب ہندوستان واپس ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے حکم پر حضرت مولانا سوائے تعمیل کے کیا فرما سکتے تھے واپسی کا قصد فرمالیا اور تہیہ سفر شروع کردیا۔

اتفاق سے جس روز چلنا قرار پایا تھا عین اسی دن پلونا کے فتح ہونے اور روس کے قبضہ میں آجانے کی وحشت ناک خبر مکہ میں پہنچی، مگر اس طرح کہ تصدیق و تحقیق کی کوئی صورت نہ پائی۔ ہر چند کہ اس خبر نے طبعی رنج وغم اور تحقیق کی طلب وفکر کے باعث پھر قصد سفر ملتوی کرنے پر مجبور کیا، لیکن اعلی حضرت حاجی صاحب نے یہ فرما کر کہ سلسلہ اخبارات بند ہو رہا ہے یہاں مہینوں میں بھی تصدیق یا تکذیب اس خبر کی نہ ہو سکے گی، جاؤ بسم اللہ کرو جو کچھ مقدر تھا ہوا اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔" (۷)

اگر ترکی کی حمایت و تعاون کا ارادہ اس سفر کے بنیادی مقاصد میں شامل نہیں تھا تو اس تذکرہ کی یہاں کیا افادیت وضرورت تھی، اس گفتگو میں خاص طور سے پلونا (PLONA) کی فتح و شکست کا ذکر معنی خیز ہے حضرت حاجی صاحب کے اس فقرہ کا تعلق بظاہر اس اس سفر کی ان منزلوں سے تھا جس کا زیر لب سرگوشیوں میں ذکر تھا اسی کا حضرت حاجی امداد اللہ سے مشورہ ہوا ہوگا، حضرت حاجی صاحب نے اس کے متعلق کچھ اظہار خیال بھی فرمایا ہوگا۔

مذکورہ معلومات اگرچہ بہت مجمل ہیں، مگر ان کے ذریعہ سے ایک اشارہ ضرور مل رہا ہے امید ہے کہ آئندہ جب اس سلسلہ کی مزید معلومات سامنے آئیں گی یا کچھ اور مآخذ دریافت ہوں گے تو اس کے کچھ اور پہلو واضح ہو جائیں گے اور راقم سطور کے خیال میں جب تک معتبر ذرائع سے اس نقطہ نظر کی واضح تردید نہ ہو جائے جو گذشتہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے اس وقت تک اس موضوع پر مزید اور مستند معلومات کی تلاش جاری رہنی چاہیئے۔

اس کے بعد اصل دستاویز "روداد چندۂ بلقان" پڑھئے جس سے مذکورہ بالا اطلاعات کی تصدیق ہوگی اور ممکن ہے کوئی اور گوشہ بھی سامنے آئے۔

---

(۱) تذکرۃ الرشید ص ۲۴۱ ج ۱۔

روداد امداد و تعاون مسلمانانِ ہند

بسلسلہ جنگ بلقان

برائے مجاہدین و متعلقین لشکر خلیفۃ المسلمین

(سلطان ترکی)

۱۲۹۴ھ ۱۸۷۴ء

بہ سرپرستی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

الحمد للّٰہ نحمدہ و نستغفرہ و نومن بہ و نتوکل علیہ، و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ من یھدہ اللّٰہ فلامضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، و نشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، و نشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

روس کے بلقان ریاستوں پر حملے اور اس کے نقصانات: بعد ازیں یہ گزارش ہے کہ ان دنوں روس وغیرہ سلاطین اولوالعزم، سلطان روم سے بوجہ حسد طبع زاد برسر پرخاش ہیں۔ نوبت جنگ و جدال تک پہنچی ہزار ہا جانیں تلف ہوگئیں، ہزار ہا عورتیں بیوہ ہوئیں، ہزار ہا بچے یتیم ہوئے۔

ضروری وضاحت: اس روداد میں جہاں بھی روم، یا سلطان روم کا ذکر آیا ہے وہ ترکی اور خلیفۃ المسلمین (بادشاہ ترکی) کا ذکر آیا ہے۔

ان اخبارات وحشت آثار کو سنکر مصر، عرب، ٹونس وغیرہ میں سے تو سیکڑوں آدمی جان سے شریک ہونے پر آمادہ ہوئے اور ہزاروں نے مال سے مدد کی، اور مسلمانان ہند نے بھی بوجہ دردمندیٔ دلی اطراف و جوانب میں سے مثل بمبئی، مدراس، کلکتہ، عظیم آباد، الہ آباد، پشاور، لاہور، منٹگمری (ساہیوال) اس لشکر سلطانی شہداء کے یتیموں اور بیواؤں اور اس لشکر کے زخمیوں کے لئے ہزارہا روپیہ جمع کیا۔

مظلومین کی مدد کی بیحد ضرورت ہے: اس لئے یہ گذارش ہے کہ اس گرما گرمی میں جس سے ہو سکے بقدر ہمت شریک ہوکر خدا تعالیٰ کی خوشنودی میں داخل ہو۔ دنیا چند روز ہے یہ وقت پھر نہ ملے گا۔ اگر کسی اور وجہ سے تم کو حرارت نہیں آتی تو کیا یہ بات بھی باعث سرگرمی نہیں کہ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ میں روضۂ مطہرہ جو اس عزت و شرف کے ساتھ آج تک موجود ہیں، تو سلطان روم ہی کے بدولت یہ حفاظت ہے۔ اگر خدانخواستہ سلطانِ روم کو بوجہ ہجوم اعداء اس تنہائی میں شکست ہوئی تو تم ہی کہو کہ پھر ان مقامات متبرکہ کا کیا حال ہوگا، تمہارے اتنے حوصلے نہیں کہ مقابلہ پر جانبازی کرو، اس لئے لازم ہے کہ ان کی اس کفالت کے بدلے کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے ان مقامات کی عزت کے لئے اپنی جان ہار بیٹھے، یہاں تک کہ ہزاروں تلف ہوگئے، اتنا ہی کرو کہ تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کر کے ان یتیموں اور زخمیوں کی خبرلو۔ وہاں آدمیوں کی ضرورت نہیں، ترکی ایک ایک ہزار کے برابر ہے۔ مگر بوجہ خدمت حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و خبرگیری علماء و صلحاء، و مساجد و دیگر مصارف کثیرہ البتہ روپیہ کی ضرورت ہے۔

ایسے حادثہ پر ملت کی بے حسی اور خاموشی افسوس ناک ہے: علاوہ ازیں سلطان روس بذات خود مع اپنے شاہزادوں کے دربدر روم کی لڑائی کے لئے چندہ مانگتے پھرتے ہیں، کیا تمہیں اس خبر کو سن کر بھی غیرت نہیں آتی۔ دور دور کے لوگ ترکوں کی ہمدردی اور دردمندی میں بیقرار ہیں، مگر تم کو ہزاروں کے خون اور ہزاروں کے یتیم اور بیوہ ہو جانے کی بھی خبر پر بھی غیرت نہیں۔

ان اخبارات وحشت آثار کو سنکر مصر، عرب، ٹونس وغیرہ میں سے تو سیکڑوں آدمی جان سے شریک ہونے پر آمادہ ہوئے اور ہزاروں نے مال سے مدد کی، اور مسلمانان ہند نے بھی بوجہ دردمندئ دلی اطراف و جوانب میں سے مثل بمبئی، مدراس، کلکتہ، عظیم آباد، الٰہ آباد، پشاور، لاہور، منٹگمری (ساہیوال) اس لشکر سلطانی شہداء کے یتیموں اور بیواؤں اور اس لشکر کے زخمیوں کے لئے ہزارہا روپیہ جمع کیا۔

مظلومین کی مدد کی بیحد ضرورت ہے: اس لئے یہ گذارش ہے کہ اس گرما گرمی میں جس سے ہو سکے بقدر ہمت شریک ہوکر خدا تعالیٰ کی خوشنودی میں داخل ہو۔ دنیا چند روز ہے یہ وقت پھر نہ ملے گا۔ اگر کسی اور وجہ سے تم کو حرارت نہیں آتی تو کیا یہ بات بھی باعث سرگرمی نہیں کہ مکہ معظّمہ میں خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ میں روضۂ مطہرہ جو اس عزت و شرف کے ساتھ آج تک موجود ہیں، تو سلطان روم ہی کے بدولت یہ حفاظت ہے۔ اگر خدانخواستہ سلطانِ روم کو بوجہ ہجوم اعداء اس تنہائی میں شکست ہوئی تو تم ہی کہو کہ پھر ان مقامات متبرکہ کا کیا حال ہوگا، تمہارے اتنے حوصلے نہیں کہ مقابلہ پر جانبازی کرو، اس لئے لازم ہے کہ ان کی اس کفالت کے بدلے کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے ان مقامات کی عزت کے لئے اپنی جان ہار بیٹھے، یہاں تک کہ ہزاروں تلف ہو گئے، اتنا ہی کرو کہ تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کر کے ان یتیموں اور زخمیوں کی خبر لو۔ وہاں آدمیوں کی ضرورت نہیں، ترکی ایک ایک ہزار کے برابر ہے۔ مگر بوجہ خدمت حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و خبر گیری علماء و صلحاء، و مساجد و دیگر مصارف کثیرہ البتہ روپیہ کی ضرورت ہے۔

ایسے حادثہ پر ملت کی بے حسی اور خاموشی افسوس ناک ہے: علاوہ ازیں سلطان روس بذات خود مع اپنے شاہزادوں کے دربدر روم کی لڑائی کے لئے چندہ مانگتے پھرتے ہیں، کیا تمہیں اس خبر کو سن کر بھی غیرت نہیں آتی۔ دور دور کے لوگ ترکوں کی ہمدردی اور دردمندی میں بیقرار ہیں، مگر تم کو ہزاروں کے خون اور ہزاروں کے یتیم اور بیوہ ہو جانے کی بھی خبر پر بھی غیرت نہیں۔

اللہ رے صبر و تحمل، اتنے بڑے صدمہ پر نہ اف ہے، نہ آہ ہے۔

پر یوں سمجھ کر کہ کبھی دل میں سب کچھ ہوتا ہے پر کسی محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ عرض
مناسب سمجھا اب ہم سب ہوا خواہان عام و خاص تمام حاضرین جلسہ کی ہمت کے منتظر اور
بات کے امیدوار ہیں کہ از جزء تا کُل اس امر خیر میں سب ہی اہل اسلام شریک ہوئیں گے،
اگر اس وجہ سے تأمل ہے کہ مبادا سرکار انگریزی اس امر خیر سے ناخوش ہو اور اس سبب سے
لینے کے دینے پڑیں۔

اس جنگ میں تو حکومت برطانیہ بھی مسلمانوں کی ہم نوا ہے: اوّل تو ہم جانتے ہیں
یہ خیال ان ہی صاحبوں کو ہوگا جن کو اصل حال کی خبر نہیں اور یہ قال انہیں لوگوں کا ہوگا جن
دینے کو جی نہیں چاہتا۔ دوسرے شہنشاہ روس اور سرکار انگریزی کی مخالفت بھی ایسی نہیں جس کو
نہ جانتا ہو۔ علی ہذا القیاس سلطان روم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اور سرکار انگریزی دام اقبالہ وشوکتہ
اتفاق اور اتحاد بھی ایسا نہیں جو عوام پر ظاہر نہ ہو۔

اوّل تو روس کی آمد آمد ہندوستان پر شہرۂ آفاق ہے، جس سے یہ بات عیاں ہے کہ روس او
سرکار انگریزی میں نہایت درجہ کی عداوت ہے۔ دوسرے اخبارات انگریزی اور اردو فارسی اس
افسانہ سے مالا مال ہیں کہ سرکار انگریزی روم کی حامی ہے، یہاں تک کہ اس لڑائی کے لئے لندن
میں روس کا مقابلہ کرنے کو جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں اور ان سب کو جانے دو تو دیکھو، کہ ہندوستان
میں جس قدر حکّام عالی مقام کلکتہ اور بمبئی اور مدراس اور لاہور اور الٰہ آباد اور عظیم آباد اور پشاور
وغیرہ میں رہتے ہیں، اس قدر اور کسی مقام میں نہیں رہتے۔ اگر فراہمی چندہ معلوم ناگوار خاطر سرکار
انگلشیہ ہوتی تو اس اعلان کے ساتھ کیوں ان مقامات مذکورہ میں ہزار ہا روپیہ امدادی سلطان روم
کے لئے فراہم کیا جاتا۔ یہ اثر صحبت سلطان روم اور اتحاد باہمی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے اور کیوں نہ
ہو، لندن اور ہندوستان کا راستہ مملکت روم میں ہو کر آتا ہے، اگر باہم مخالفت ہوتی تو سرکار
انگریزی باطمینان خاطر وہاں سے یہاں تک کیوں آسکتی۔ علاوہ بریں حیدر آباد وغیرہ میں سرکار

سے اجازت لیکر یہ کام کیا گیا بلکہ کلکتہ والوں کی طرف سے بذریعہ اخبارات یہ اعلان ہوگیا کہ سرکار انگریزی کی طرف سے کوئی شخص اندیشہ مند نہ ہو، بلکہ خود سرکار نے روس کو بتادیا ہے کہ پانچ لاکھ ہندوستانی مسلمان سلطان روم کی بے تنخواہ کی فوج ہے۔

اور بعض میموں نے لندن میں اشعار انگریزی اس مضمون کے لکھے ہیں کہ جن میں مسلمانان ہند کو مخاطب کر کے یہ لکھا ہے کہ تمہارے ان بزرگوں کی ہڈیاں جن سے تم کو افتخار ہے قبروں میں پڑی دیکھتی ہیں کہ اس واقعہ میں تم کیا کرتے ہو، تم کیسے ان کی اولاد اور نام لیوا ہو، تم کو غیرت نہیں آتی، کیا مکہ معظّمہ کی زیارت موقوف کراؤ گے۔ القصہ سرکار کی طرف سے تو اشتعالک ہے، اس پر بھی ہمت نہ کرو گے تو کسی کی زبردستی نہیں، مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس کا انجام دنیا و آخرت میں بجز پشیمانی اور کچھ نہ ہوگا۔

احسانات ربانی کا بدلہ دینے کی کوشش کیجئے: خداوند، قاضی الحاجات، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک سب کی حاجت روائی کرتا رہا، بلکہ علاوہ حاجت روائی تمہارے خوشنودیٔ خاطر (کیلئے) کیسی کیسی لذتوں کی چیزیں بنائیں اور اس زمانہ سے لیکر آج تک کبھی دریغ نہ کیا، سر سے لے کر پاؤں تک آنکھ، ناک، کان وغیرہ ہزاروں نعمتیں ایسی دے رکھی ہیں کہ نہ کسی دوکان پر مل سکیں، نہ کسی کاریگر سے بن سکیں، اور زمین سے لے کر آسمان تک پانی، ہوا، سورج، چاند وغیرہ بلکہ خود زمین اور نباتات وغیرہ لاکھوں نعمتیں دے رکھی ہیں کہ ضروری بھی حد سے زیادہ اور پھر ارزاں بھی حد سے زیادہ، اور نہ کسی دوکان پر مل سکیں، نہ کسی کاری گر سے بن سکیں۔ غرض خداوند عالم نے اس زمانہ سے لے کر ایسے ایسے احسان کئے اور کئے چلا جاتا ہے، اور تمہارا ہمارا حال یہ ہے کہ جان چرائے پھرتے ہیں، نہ جان دے سکیں نہ مال دے سکیں۔ جب سے ہندوستان میں اسلام آیا اس روز سے لے کر کبھی اسلام کی تقویت یا حفاظت کا خرچ یا حرمین شریفین کی تعمیر یا حفاظت کا خرچ کسی مسلمان کے ذمہ نہیں پڑا، ایک یہ خرچ آیا ہے سو اس میں یہ پہلوتہی ہے۔ کچھ خدا سے حیا کرو، کیا اس کے ان احسانات بے پایان کا یہی بدلہ ہے، کیا اس کے ان انعامات بیکراں کا یہی صلہ

ہے، اسی کے مال میں سے اسی کے کام میں دریغ، اس سے زیادہ اور کیا بے حیائی ہوگی۔ خدا کے
میں بہانہ مت کرو، ایسا نہ ہو، خداوند عالم کسی بہانہ سے اپنے احسانوں میں دریغ کرنے لگے۔

روس کی کامیابی اور مجاہدین کی ناکامی کی صورت میں ملّت کو کس خطرہ کا سامنا ہے

اس وقت ضرورت میں اس مصرف
بڑھ کر اور کوئی مصرف نہیں۔ اگر خدانخوا
روس فتحیاب ہوا تو پھر خاکِ پاکِ حر
شریفین بھی بظاہر اس کے گھوڑوں کی پامال ہوتی نظر آتی ہے، اس صورت میں کیا صاحبِ فہم، د
دار کے خیال میں یہ بات آسکتی ہے کہ اور کوئی مصرف اس مصرف سے زیادہ بہتر ہے۔ تع
مساجد نہ ہوگی تو کیا ہوگا، مسجدوں کی کون سی کمی ہے جو اور ضرورت ہے، پہلے ہی ہزار و
ویران پڑی ہیں۔ اور اگر ضرورتِ مسجد ہو بھی تو کہیں اس ضرورت کے ہم سنگ ہوگی، کہ اندیۂ
پامال خاکِ حرمین شریفین سر پر آگا، سودوسو مسکین اگر نہ کھلائے گئے تو کیا ہوگا، ایک وقت ے
کھانے میں کیا زندگانی جاودانی میسر آتی ہے، اور ایک وقت نہ کھائے تو کیا کسی کو موت کھا۔
جاتی ہے اور اگر ضرورت ہو بھی تو کیا اس سے زیادہ اندیشہ مذکور جان گراں ہے۔

اگر بالفرض بوجہ بھوک وپیاس کسی کی جان تلف بھی ہوگئی، تو ایک مسلم تلف ہوگیا، یا دس بیر
سو پچاس تلف ہوگئے۔ پر خدانخواستہ اگر روس غالب آگیا تو یوں کہو چند روز میں اسلام روئے
زمین سے اٹھ گیا، اور اگر یہ باتیں محض خالی معلوم ہوتی ہیں اور اس وجہ سے قابل اعتبار نہیں تو
خود قرآن کو دیکھ لیجئے، اس میں فرماتے ہیں:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ

دینی خدمات خصوصاً جہاد کے موقع پر کس خدمت کو اولیت اور اہمیت ہے

ان آیات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تعمیر مساجد
اور حجاج کو پانی پلانا جہاد کے برابر نہیں ہوسکتا
ہے، بلکہ جہاد مالی ہو یا جانی اس سے بڑھ کر ہے۔ اب خیال فرمایئے خدا کے مکانوں کی خبر گیری
اور خدمت گزاری کیوں کر برابر ہوسکتے ہیں، اور جب مہمان بھی ہم سنگ نہیں، تو مساکین تو

کس شمار میں ہیں، کیوں کہ مہمان داری اور مسکینوں کی خبر داری سے خدا کے نزدیک بھی افضل اور دنیا کے نزدیک بھی افضل مگر اور مہمانوں سے خدا کے مہمان یعنی حجاج افضل، بسبب ان کے بھی یہ مصرف افضل ہوا تو اور کس شمار میں رہے۔ علی ہذا القیاس تعمیر مسجد الحرام جب اس مصرف کے برابر نہ ہوا تو اور مساجد کا کیا ذکر ہے۔

بہر حال عقل سے دیکھو یا نقل سے یہ مصرف سب مصرفوں سے افضل ہے، خاص کر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ شوکت اسلام اور مقابلہ حرمین شریفین اس زمانہ میں سلطنت روم کے ساتھ ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ سلطنت نہ ہوئی تو نہ اس کی شوکت رہے گی اور نہ حرمین کی عزت رہے گی، تو پھر یہ امداد ہر عقل والے کو فرض معلوم ہو گی۔

اس لئے یہ گذارش ہے اگر خدا کی مغفرت کے امیدوار اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شفاعت کے خواستگار ہو تو حرمین شریفین کے حفاظت میں جان نہیں، مال ہی سے مدد کرو۔ بالکل بے حیانہ بنو، کچھ تو شرم کرو۔ اوروں سے نہیں شرماتے تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے شرماؤ، یوں ہاتھ سے مال جو ہاتھ کا میل ہے، نہیں چھوٹتا، تو ان ننھے ننھے بچوں کی آہ وزاری پر رحم کرو جن کے باپ خدا کی راہ میں خاک وخون میں تڑپ تڑپ کر مر گئے، ان بیویوں کی بے کسی ہی پر رحم کرو، جن کے خاوندان کو تنہا چھوڑ کر خدا کی راہ میں اپنا جان و مال نثار کر گئے۔ یوں بھی غیرت نہیں آتی، تو یہی خیال کرو کہ ہزاروں غرباء نے باوجود افلاس اپنا پیٹ کاٹ کر تھوڑا تھوڑا کر کے ہزاروں روپیہ جمع کر دئے، جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے اور بھی کچھ نہیں ہوسکتا تو زکوٰۃ ہی عنایت کرو، ایسے مصارف میں زکوٰۃ بھی جائز ہے۔ الغرض بہانوں کو جانے دو۔ وقت ہمت ہے ٹلانے کا وقت نہیں!

بلقان (ترک) اگر دنیاوی مقصد کے لئے بھی لڑ رہے ہوں، تب بھی ان کا تعاون واجب ہے

یہ کیا وہم ہے کہ ترک دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں، دین کے لئے لڑتے تو ہم مدد کرتے۔ کیا تم کو ان کی نیتوں کی خبر ہو گئی ہے جو یہ بد گمانی ہے، کیا بد گمانیوں کی ممانعت کی تم کو خبر نہیں، اور اگر یہ بد گمانی فرض کرو صحیح بھی ہو تو کیا شجاعان ترک ہندو معماروں سے بھی گئے گزرے، اگر کوئی ہندو معمار مسجد بناتا ہے

تو اس کی تنخواہ پر امید ثواب نہیں، وہ اپنے پیٹ کے لئے کام کرتا ہے، دنیا کے لئے مرتا کھپتا ہے، مگر یوں سمجھ کر کہ آخر ہماری ہی مسجد بناتا ہے کس خوشی اور کس امید پر اس کو روپیہ دیتے ہو۔ یہاں بھی اگر یہی سمجھ لو تو کیا بیجا، شجاعان ترک اگر دنیا کے لئے مرتے مارتے ہیں، تو کیا ہوا تمہارا ہی دین شر کفار سے محفوظ ہوتا ہے، تمہارا ہی کعبہ و قبلہ اور تمہارا ہی مدینہ منورہ اور تمہارے ہی نبی پاک شۂ لولاک علیہ کا روضۂ مطہرہ کی عزت اور حرمت قائم رہتی ہے۔ بالجملہ ہمت نہ ہارو، قلیل و کثیر جس قدر ہو سکے، عطا کرو۔ واللہ الموفق لمن یشآء:

فرد حساب جمع خرچ چندہ مجروحان عساکر سلطانی

(تین ہزار نو سو اٹھاسی روپے، ساڑھے پندرہ آنہ ۱۵/۳۹۸۸)

از ساکنان قصبہ دیوبند، ضلع سہارنپور — آٹھ سو چونسٹھ روپے، ۱۳ آنہ / ۸۶۴

مدرسان و مہتممان مدرسہ عربی دیوبند — ایک سو تیرہ روپے، ۱۲ آنہ / ۱۱۳

از طلبہ مدرسہ عربی دیوبند — ایک سو چوالیس روپے، ۹ آنہ / ۱۴۴

از قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور، معرفت جناب مولوی محمد قاسم صاحب پانچ سو پینسٹھ روپے، ۴ آنہ / ۵۶۵

از مظفر نگر و متعلقہ اش (معرفت مولوی محی الدین و مولوی محمد منعم صاحبان) بارہ سو باسٹھ روپے، ۱۵ آنہ / ۱۲۶۲

از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (معرفت مولوی فتح محمد صاحب) ایک سو بارہ روپے، ۵ آنہ / ۱۱۲

از خاص سہارنپور (معرفت مولوی جمال الدین صاحب) تہتر روپے، ۷ آنہ / ۷۳

از قصبہ منگلور ضلع سہارنپور (معرفت حافظ نظیر احمد و قاضی عنایت علی صاحب) پینتالیس روپے ساڑھے پندرہ آنہ / ۴۵

از اکبر آباد: (معرفت منشی عبد الرزاق) — پچپن روپے، ۸ آنہ / ۵۵

از موضع پھلاودہ، لاوڑ ضلع میرٹھ (معرفت میر ہدایت علی صاحب و سعادت علی صاحب) چھہتر روپے، ۸ آنہ / ۷۶

از قصبہ پور (قاضی) ضلع مظفر نگر (معرفت حکیم محمد اکبر صاحب) پینتالیس روپے، ۱ آنہ / ۴۵

از امروہہ ضلع مراد آباد (معرفت مولوی احمد حسن صاحب)

از ہمیر پور (معرفت منشی صادق علی صاحب) — بیس روپے، ۲۰

از نور اللہ خاں صاحب رئیس میرٹھ — پچیس روپے، ۲۵

از شاملی ضلع مظفر نگر (معرفت حافظ محمد حسین صاحب) اٹھائیس روپے، ۱۲ آنہ / ۲۸

از جوالاپور ضلع سہارنپور (معرفت مولوی منظور احمد صاحب) چالیس روپے، ۱۵ آنہ / ۴۰

از قصبہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر (معرفت منشی سید مہربان علی صاحب) ایک سو بیس روپے، ۱۵ آنہ / ۱۲۰

از مولوی الٰہی خیر صاحب رئیس مارہرہ ضلع ایٹہ اڑتیس روپے، ساڑھے تین آنہ / ۳۸

از قصبہ انبہٹہ ضلع سہارنپور (معرفت مولوی صدیق علی و حافظ محمد اعلیٰ صاحب)
ایک سو پینسٹھ روپے، ۴ آنہ / ۱۶۵

از قصبہ ہاپوڑ ضلع میرٹھ (معرفت منشی الطاف علی صاحب) نوے روپے، ۹۰

از قصبہ راجوپور ضلع سہارن پور (معرفت منشی محمد اسماعیل صاحب) پینسٹھ روپے، ۲ آنہ / ۶۵

از سرشتہ تعلیم (معرفت منشی فضل حق صاحب) پینسٹھ روپے، ساڑھے ۱۴ آنہ / ۶۵

از موضع گھوگریکی ضلع سہانپور بائیس روپے، ۵ آنہ / ۲۲

از موضع دھن پورہ ضلع سہارن پور (معرفت خلیفہ بشیر احمد صاحب) گیارہ روپے، ۱۱

از قصبہ ٹلہر ضلع شاہ جہاں پور (معرفت مولوی عبد الحق صاحب) سات روپے، ۷

از موضع پلڑہ ضلع سہارن پور (معرفت جبوں خاں صاحب) چوہتر روپے، ۹ آنہ / ۷۴

از راؤ امداد علی خاں صاحب، مالک کارخانہ شکرم سہارن پور چھیاسٹھ روپے، ۱۲ آنہ / ۶۶

(مجموعہ رقومات درج بالا) تین ہزار نو سو اٹھاسی روپے / ۳۹۸۸۔

ارسال نقد بخدمت جناب سر شہبندر، حسین حسیب صاحب بہادر، مقیم بمبئی
(تین ہزار نو چھیاسٹھ روپے، ۳۹۶۶)

بتاریخ ۲۹؍ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ (رسید از محرم الحرام ۱۲۹۴ھ) ایک ہزار دو سو روپے، ۱۲۰۰

بتاریخ ۲۹؍ محرم ۱۲۹۴ھ (مندرجہ مورخہ ۱۶؍ صفر ۱۲۹۴ھ) دو سو روپے، ۲۰۰

بتاریخ ۱۷؍ ربیع الثانی (مندرجہ رسید مورخہ ۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ) نو سو پینتالیس روپے، ۹۴۵

بتاریخ ۱۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ (مندرجہ رسید مورخہ یکم جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ) آٹھ سو پچپن روپے، ۸۵۵

بتاریخ ۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ (مندرجہ رسید مورخہ یکم جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ) ساٹھ روپے، ۱۲ آنہ / ۶۰

بتاریخ ۲۵/ جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ (مندرجہ رسید مورخہ ۲/ رجب المرجب ۱۲۹۴ھ)
آٹھ سو پینتیس روپے، ۷ آنہ/ ۵
بتاریخ ۲۵/ جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ (مندرجہ رسید مورخہ ۲/ رجب المرجب ۱۲۹۴ھ)
چوہتر روپے، ۹ آنہ/ ۷۴

خرچ متفرق

بائیس روپے، ساڑھے ۳ آنہ / ۲۲
مندرجہ رسیدات بضمن رسید سوم ۲۸-۲ آنہ/ ۴ جو رسیدات آئندہ میں اللہ چاہے درج ہو
محصول خطوط ٹکٹ رجسٹری وغیرہ، ساڑھے گیارہ آنہ/ ۵ کاغذ برائے خطوط۔ ٹکٹ رجسٹری وغ
بابت کرایہ آمد و رفت جہت سعی چندہ۔ ساڑھے ۱۰ آنہ/ ا، بابت...... در آمد و رفت برائے س
چندہ، ۱۴ آنہ/ اکسرات نوٹ
قیمت اشتہار علماء استنبول و سجادہ نشیں (بغداد شریف، تعدادی ایک صد عدد) ساڑھے ۳ آنہ/ ۳
اُجرت طبع شکریہ مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً (تعدادی پانچ صد عدد) سات آنہ/ س

نقل رسیدات جناب سر شہبندر، دولت علیہ عثمانیہ، حسین حسیب صاحب آفندی بہادر سفیر با توقیر حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ مقیم بمبئی

سفیر خلافت عثمانیہ کے شکریہ کے خطوط اور رقم کی رسیدیں رسید اول

جناب فضل مآب حاجی محمد عابد صاحب، و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب، و مولوی محمد قاسم صاحب، و مولوی محمد رفیع الدین صاحب۔ مہتممانِ مدرسہ عربی، دیوبند سلمہ اللہ تعالیٰ!
بعد سلام مسنون الاسلام! موضوح باد کہ مکتوب بہجت اسلوب آں حضرات مع مبلغ ایک ہزار دو صد روپیہ نوٹ بنگالی کہ بمراد ارسال آں بہ بابِ عالی برائے مجروحین و ایتام دار اہل عساکرہ منصورہ صرف شود، مرسول بود، موصول گردید۔
حقیقتاً مساعی جمیلہ آں حضرات کہ بمقتضائے حمیت دینیہ بظہور آمدہ، مستحق ممنونیت مشکوریت

ہست و بحول اللہ تعالیٰ مبلغ مذکور حسب خواہش بہ باب عالی تبلیغ میکنم، ورسیدی کہ ازآں جامی رسد درعقب موصول آں حضرات خواہد شد و در جوائب ہم نشر خواہد گردید۔ وہم چنیں ہر مبلغے کہ حسب تحریر ایشاں رسیدہ باشد، انشاء اللہ تعالیٰ مع الافتخار در تبلیغ آں دریغ نخواہد رو داد۔ زیادہ والسلام!

مورخہ ۱۰ر محرم الحرام ۱۲۹۴ھ

حسین حسیب

سر شہبندر، دولتِ عثمانیہ علیہ۔ در بمبئی

●

نقل رسید جناب کونسلر جنرل، دولت عثمانیہ
حسین حسیب آفندی بہادر
(سفیر محترم حضرت سلطان روم ترکی، مقیم بمبئی)

بادشاہی پرچم کا نشان

پہلے خط اور رسید کا ترجمہ

جناب فضائل مآب حاجی محمد عابد صاحب و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی رفیع الدین صاحب مہتممان مدرسہ عربی دیوبند

بعد سلام مسنون۔ واضح ہو کہ آپ صاحبان کا نفیس خط ایک ہزار، دو سو روپے کے بنگالی نوٹ کے ساتھ ملا، جس کے روانہ کرنے کا مقصد ہمارے باب عالی (عالم اسلام کے سیاسی مرکز اور خلیفہ ترکی کے دفتر) سے وابستہ زخمیوں، یتیموں اور لشکر کے متعلقین پر خرچ ہے، وصول ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ سب کی یہ کوششیں جو دینی حمیت کی وجہ سے ظہور میں آئی ہیں ممنونیت اور شکر کی مستحق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے (میں) اس رقم کو آپ صاحبان کی خواہش کے مطابق باب عالی بھیجدوں گا اور وہ رسید جو باب عالی سے آئے گی، ملتے ہی آپ صاحبان کو بھیجدی جائے گی اور الجوائب (ترکی حکومت کے سرکاری اخبار) میں بھی چھاپ دیا جائے گا۔ اور اسی طرح ہر وہ رقم جو آپکی تحریرات کے مطابق ارسال کی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ عزت واحترام کے ساتھ (وصول کی جائے گی اور) اس کی روانگی میں کوتاہی کو موقع نہیں دیا جائے گا۔

زیادہ (کیا لکھوں)

والسلام

حسین حسیب، سرشہبندر، دولت عثمانیہ

۱۱/ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ

دوسرا خط اور رسید

جناب فضائل مآب مولوی محمد قاسم صاحب، و مولوی محمد یعقوب صاحب، و مو
محمد رفیع الدین صاحب و محمد عابد صاحب

مہتممان مدرسہ عربی دیوبند، سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون الاسلام! مشہود باد کہ مبلغ دو صد روپیہ بابت اعانت عساکر، قسط دوم کہ ار
فرمودند موصول گردید، و روانہ کردہ شد، خاطر شریف جمع دارند۔ وانچہ از اظہار مہربانی ہا کہ بہ نسبت م
فرمودہ اند گویا بلسانِ حالِ من اظہار بزرگی و شرف خود فرمودہ اند، ایزد تعالیٰ توفیق خیر مزید گرداند۔ والسلا

سرشہبندر، دولت علیہ عثمانیہ در بمبئی

۱۶/ صفر الخیر ۱۲۹۴ھ

دوسرے خط اور رسید کا ترجمہ

جناب فضائل مآب، مولوی محمد قاسم صاحب، مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی رفیع
الدین صاحب و محمد عابد صاحب۔ مہتممان مدرسہ عربی دیوبند

سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ مبلغ دو سو روپے، جو ترکی کی فوج کی مدد کے لئے بھیجا
ہے، مل گیا ہے اور (باب عالی) روانہ کر دیا ہے، اطمینان فرمائیں۔

اور جو کچھ کہ عنایات اور کلمات لطف میرے متعلق فرمائے ہیں وہ گویا میری زبان حال سے
اپنی بزرگی اور شرافت ظاہر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر کی توفیق میں اضافہ فرمائے۔

والسلام

۱۶/ صفر ۱۲۹۴ھ

کونسلر جنرل، حکومت ترکی، بمبئی

تیسرا خط اور رسید: رسید سوم

سرشہبندر، دولت علیہ عثمانیہ در بمبئی

حضرات فضائل مآب جناب مولوی محمد قاسم صاحب، و جناب مولوی محمد رفیع الدین صاحب، و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب، و جناب حاجی محمد عابد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

رقیم کریم آں حضرات مع رقم نہ صد و چہل و پنج روپیہ نقد کہ مع مصارف مرقومہ نہ صد و شصت وسہ روپیہ و یک آنہ میشود، موصول گردید، و باعث خوشنودی باشد۔ ایزد تعالیٰ فائز اجر جزیل و ذکر جمیل کناد۔

و چنانچہ معلوم است رقم چہاردہ صدر روپیہ کہ اول دو دفعہ کردہ فرستادہ بودند، موصول دارالخلافہ شدہ بمجلس اعانت حربیہ سپردہ شد۔ چنانچہ تفصیل آں در اخبار دارالخلافہ در عدد ہفدہم مسطور شدہ، و یقین کہ از ملاحظہ عالی گزشتہ باشد۔ و ایں رقم نیز مع رقوم دیگر کہ از اطراف ہندوستان رسیدہ کہ منجملہ آں پنجاہ ہزار روپیہ زر متبرعہ جناب معلی القاب نواب صاحب والی رام پور است، عنقریب برسول خواہد شد، و رسید ہا رسیدہ خواہد شد، خاطر شریف جمع دارند۔ والسلام

۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ

حسین حسیب

سرشہبندر، دولت علیہ عثمانیہ، در بمبئی

تیسرا خط اور رسید کا ترجمہ نمبر ۱۱۰؍ ۴۶۰

فضائل کی علامت، جناب مولوی محمد قاسم صاحب، و جناب مولوی محمد رفیع الدین صاحب، و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب، و جناب حاجی محمد عابد صاحب۔

آپ صاحبان کا محترم عنایت نامہ، نوسو پینتالیس روپئے نقد جو لکھے ہوئے اخراجات شامل کرکے، نوسو ترسٹھ روپئے ایک آنہ ہوتے ہیں، مل گئے اور خوشی کا سبب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ یہ رقم

(دینے والوں کو) بہترین اجر پر فائز فرمائے اور ان کا بہترین ذکر فرمائے۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ رقم چودہ سو روپے جو پہلے دو دفعہ کر کے روانہ کیئے گئے تھے، دارا
(باب عالی ترکی) میں پہنچ گئے اور جنگ کی مدد کرنے والی مجلس کے سپرد کر دئے گئے۔ جہ
اس کی تفصیل دار الخلافہ کے اخبار کے سترہویں (۱۷) شمارہ میں لکھی گئی ہے (۱) اور یقین۔
یہ (اخبار اور تفصیل) ملاحظہ سے گزری ہو گی، اور یہ رقم بھی اور رقومات کے ساتھ جو ہندو
کے مختلف حصوں سے پہنچی ہیں، جس میں سے وہ پچاس ہزار روپئے کی عنایت بھی ہے جو
صاحب رام پور کی طرف سے عنقریب (دار الخلافہ) روانہ ہو گی، اور ان کی رسیدیں رسید و
ترتیب کے مطابق روانہ کی جائیں گی۔ اطمینان فرمائیں

والسلام

۵/ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ

چوتھا خط اور رسید مرسلہ رقم: رسید چہارم

جناب حمیت و فضیلت مآب مولوی محمد قاسم صاحب، مولوی محمد رفیع الدین صا
مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی محمد عابد صاحب سلمہم المنان،

مہتممان مدرسہ اسلامیہ عربی دیو بند

بعد سلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ! موضوح خاطر باد کہ رقیم کریم مورخہ دہم شہر
الاول ۱۲۹۴ھ، مع یازدہ قطعات کرنسی نوٹ، تعدادی ہفت صد و پنجاہ و پنج روپیہ حسب تف
ذیل کہ از روئے حمیت دینی و ہمدردی برادران اسلام برائے مجروحین و ایتام عساکر نصرت
حضرت ظل الٰہی مرسول بود، موصول گردید۔

انشاء اللہ مبلغ مذکور مع الافتخار بتاریخ ۲۵/ جون رواں بمحل مقصود ارسال خواہم دا
ورسید کہ از باب عالی می رسد درعقب فرستادہ خواہد شد۔

(۱) الجوائب، دار الخلافہ عثمانیہ، ترکی کا سرکاری ترجمان تھا جس میں سرکاری اطلاعات اور حکومت کے مسائل و احوال کا ذکر ہوتا

از مہتمان و مدرسان مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند: بتیس روپے بارہ آنے /۳۲۔ از طلبہ مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند اکیس روپے سوا چار آنے /۲۱۔
از ساکنان دیوبند دو سو انچاس روپے، ساڑھے آٹھ آنے /۲۴۹ از مظفر نگر تین سو پینتالیس روپے، دو آنے /۳۵۵ از اکبر آباد پچپن روپے از پھلاودہ ضلع میرٹھ سینتیس روپے ساڑھے آٹھ آنے /۳۷ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر تینتیس روپے تیرہ آنے۔

والسلام

المرقوم یکم جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۳/ جون ۱۸۷۷ء

حسین حسیب

سرشہبندر، دولت علیہ عثمانیہ، در بمبئی

چوتھے خط اور رسید کا ترجمہ

۵۲۰/۱۷۰

حمیت و فضیلت مآب، جناب مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد رفیع الدین صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی محمد عابد صاحب مہتمان مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند

سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کے بعد معلوم ہو کہ آپ صاحبان کا گرامی نامہ جو ۱۰/ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ (۲۴ مئی ۱۸۷۷ء) کا لکھا ہوا ہے، گیارہ عدد کرنسی نوٹوں کے ساتھ جس کی مقدار سات سو پچھتر ۷۷۵ روپے ہے، درج ذیل تفصیل کے مطابق جو حضرت سایہ الٰہی (خلیفۃ المسلمین) کے لشکر کے زخمیوں اور یتیموں کے لئے حمیت دینی اور اسلامی بھائیوں کی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، مل گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ روانہ کی گئی یہ رقم اعزاز کے ساتھ ۲۵/ جون ۱۸۷۷ء (۱۳/ جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ) کو اس کی منزل مقصود کے لئے روانہ کر دوں گا اور وہ رسید جو باب عالی (آستانہ، ترکی) سے آئے گی، بعد میں بھیجدی جائے گی۔

تفصیل

مہتمان مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند کی طرف سے بتیس روپئے بارہ آنے /۳۲

مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے طلبہ کی جانب سے اکیس روپئے، ساڑھے چار آنے /۲۱

ساکنان دیوبند کی جانب سے دو سوانچاس روپئے، آٹھ آنے / ۲۴۹
مظفرنگر سے تین سو پینتالیس روپے دو آنے / ۳۴۵
اکبر آباد سے پچپن روپئے / ۵۵
پھلاودہ ضلع میرٹھ سے سینتیس روپئے، ساڑھے آٹھ آنے / ۳۷
تھانہ بھون ضلع مظفرنگر سے تینتیس روپئے تیرہ آنے / ۳۲

والسلام

مکتوبہ، یکم جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ، ۱۳ر جون ۱۸۷۷ء

پانچواں خط اور رسید رقم

رسید پنجم ۵۲۱-۱-۱۷

جناب حمیت مآب امداد علی خاں صاحب، مالک کارخانہ شکرم سہارنپور
سلامت باشند

بعد سلام مسنون! موضوح آنکہ مرسلہ جناب یعنی رقم شصت وشش روپیہ دوازدہ آنہ کہ برائے مصارف یتیمان و بیوگان عساکر نصرت مآثر حضرت خلافت پناہی کہ از راہ جمعیت دینی مرسول بود، وصول گردید۔ انشاء اللہ العزیز مبلغ مذکور بتاریخ ۲۵ر جون رواں بمحل مقصود روانہ خواہد شد، ورسیدے کہ از باب عالی می آید، متعاقب فرستادہ می شود۔ والسلام

المرقوم ۱۳ر جون ۱۸۷۷ء

پانچویں خط اور رسید کا ترجمہ

۵۲۱/۱/۱۷

جناب حمیت مآب، امداد علی خاں صاحب مالک کارخانہ شکرم سہارنپور —— بخیریت ہوں گے؟ سلام مسنون کے بعد معلوم ہو کہ جناب کی بھیجی ہوئی رقم چھیاسٹھ روپئے، بارہ آنہ، جو خلیفۃ المسلمین کی فوجوں کے یتیموں اور بیواؤں کے خرچ کے لئے، دینی یک جہتی کے خیال سے روانہ کی گئی تھی، مل گئی ہے۔

انشاء اللہ العزیز، روانہ کی ہوئی یہ رقم، ۲۵ر جون کو اپنی منزل کے لئے روانہ ہوگی اور جو رسید باب عالی سے آئے گی، بعد میں بھیجدی جائے گی۔

۱۳ر جون ۱۸۷۷ء

چھٹا خط اور رسید رقم　　نقل رسید ششم　　۶۳۳/۲۸۴

جناب فضائل مآب مولوی محمد قاسم صاحب، و مولوی رفیع الدین صاحب، و مولوی محمد یعقوب صاحب، و حاجی محمد عابد صاحب! مہتمان مدرسہ اسلامیہ دیوبند، و اراکین انجمن تائید مجروحان و ایتام دار اہل عساکر سطانی، سلمہم اللہ تعالیٰ!

رقم ہشت صد روپیہ کہ ہفت صد و بست و پنجاہ روپیہ و ہفت آنہ، مرسلہ انجمن آں حضرات بود، مع ہفت و چہار روپیہ و نہ آنہ مرسلہ جیون خان صاحب موصول گردید۔ و بطور سابق بہ باب عالی ارسال داشتہ خواہد شد، تا در مصرف مذکور صرف کردہ آید۔ و رسید جیون خاں صاحب علیحدہ حسب درخواست حضرات مصحوب ایں مکتوب فرستادہ شدہ، و رسیدات قسط اوّل کہ عبارت از دوازدہ صد روپیہ، و رقم دیگر دو صد روپیہ بود از باب عالی رسیدہ، و بہ آں بزرگواران مع محفوظیت تامۂ ذات جلالت سمات پناہی روانہ گردیدہ، امید کہ دیدنش باعث مسروریت خواہد شد، زیادہ ایزد تقدس و تعالیٰ اجر جزیل مرحمت فرماید۔

والسلام فی ۲/رجب ۱۲۹۴ھ
سر شہبندر، دولت عثمانیہ در بمبئی

۶۳۳/۲۸۴

چھٹے خط اور رسید کا ترجمہ

جناب فضائل مآب مولوی محمد قاسم صاحب، و مولوی محمد رفیع الدین صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب　مہتمان مدرسہ اسلامیہ دیوبند
اور اراکین، انجمن مدد زخمیان و یتامیٰ، و اہل لشکر (سلطان ترکی)

رقم آٹھ سو روپے جس میں سات سو پچیس روپے سات آنہ، آپ صاحبان کی انجمن کے روانہ ہوئے تھے، مع چوہتر روپے نو آنہ کے، جو جیون خاں صاحب کے بھیجے ہوئے تھے مل گئے ہیں اور پچھلی رقموں کی طرح باب عالی کو روانہ کر دیئے جائیں گے، تاکہ مذکورہ مصرف میں

خرچ کیے جائیں۔ اور جیون خاں صاحب کی رسید یہ خط لکھنے والے رفقا کی گذارش کے مطابق علیحدہ روانہ ہوگی۔

اور پہلی قسط کی رقم بارہ سو روپے کی رسید اور دوسری رسید دو سو روپے کی تھی، باب عالی سے آگئی ہے اور ان بزرگواروں کو صدارت پناہ (صدر اعظم) کے والانامہ کے ساتھ روانہ کی گئی ہے، امید ہے کہ اس خط (اور رسید) کا دیکھنا خوشی کا سبب ہوگا۔ زیادہ کیا لکھوں، حق تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے۔

والسلام

۲/رجب ۱۲۹۴ھ (۱۴/جولائی ۱۸۷۷ء)

ساتواں خط اور رسید

نقل رسید ششم ۲۸۴ — ۶۳۳۴

جناب حمیت مآب جیون خاں صاحب سلامت باشند......

رقم ہفتاد و چہار روپیہ و نہ آنہ کہ بہ معرفت حضرات فضائل سمات مہتمان مدرسہ اسلامیہ دیوبند مرسول بود، موصول گردید، خاطر شریف جمع دارند۔ انشاء اللہ تعالیٰ مع الامینۃ التامہ بباب عالی فرستادہ خواہد شد، تا بہ مجلس اعانت حربیہ سپردہ آید، و در مصرف مذکور صرف کردہ شود، و رسید مبلغ مذکور چنیں کہ می رسد، فرستادہ خواہد شد۔

والسلام

۳/رجب ۱۲۹۴ھ

سرشہبندر، دولت علیہ عثمانیہ در بمبئی

حسین حسیب

ساتویں خط اور رسید کا ترجمہ

نمبر ۶۳۳۴/۲۸۴

حمیت مآب، جناب جیون خاں صاحب! بعافیت ہوں گے؟

رقم چوہتر روپے نو آنہ جو کہ مہتمان مدرسہ اسلامیہ دیوبند کی معرفت روانہ کی گئی تھی، مل گئی ہے، اطمینان رکھیے۔

انشاء اللہ پوری دیانت کے ساتھ باب عالی کو روانہ کی جائے گی، تاکہ مجلس مددگار جنگ کے سپرد کردی جائے اور مذکورہ (مقررہ) جگہ پر خرچ ہو اور اس رقم کی رسید جب پہنچے گی، بھیجدی جائے گی۔

والسلام

۲ ر رجب ۱۲۹۴ھ (۱۴ ر جولائی ۱۸۷۷ء)

کونسلر جنرل حکومت عثمانیہ، بمبئی۔ حسین حسیب

●

وزیر اعظم خلافت عثمانیہ کا شکریہ کا خط: واضح ہو کہ دفتر خاص باب عالی، شاہنشاہ ظل الٰہی سلطان روم خلد اللہ ملکہ سے بھی رسیدات آئیں، چوں کہ وہ زبان ترکی میں ہیں، ان کا تلفظ اور تفہم دشوار ہے اس لئے انہیں نقل نہیں کیا۔ مگر شکریہ وزیر اعظم سلطنت روم باب عالی سے بعبارت فارسی عزورود لایا اور باعث افتخار ہندوستان ہے، نقل کرتے ہیں:

شکریہ از جانب

دستور معظم، صدر اعظم، جناب ابراہیم ادہم صاحب بہادر لازال ظل کرمہ

جناب مدرسان مدرسہ دیوبند، ضلع سہارن پور۔ فضیلت مآبان صاحب۔

اعانت نقدیہ بجہت اولاد و عیال عساکر شاہانہ کہ در جنگ سربستان شربت شہادت نوشیدہ بودند، پیش ازیں فراہم آوردہ ارسال فرمودہ بودید، بتمامی واصل گردید۔ برائے توزیع آں باب استحقاق بانجمن مخصوص تسلیم نمودہ شد، و ازیں ہمت فتوت مندانہ کہ مجرد از غیرت دینیہ وحمیت اسلامیہ شما بوقوع آمدہ است، ہمہ وکلائے دولت علیہ عثمانیہ فرحناک گشتہ، و علی الخصوص بدرجہ کمال ہادی خوشنودیت ایں مخلص بے ریا گردیدہ است۔

مبلغ مرسول علاوہ برآنکہ باضطراب محتاجین تخفیفے بہم رسانیدہ، کسانیکہ ازیں اعانت حصہ دارشدند بملاحظہ آنکہ در ممالک بعیدہ ہندوستان برادران دینی ہستند کہ بر حال پر ملال بچشم تاسف نگاہ می کنند، و برزخم ہائے کہ از دشمنان دین خوردہ ایم، مرہم تسلیت می نہند، اظہار مزید شکرانیت کردند و اشک رقت ریختہ حصہ خود شانرا گرفتند، بنابریں از جناب رب مستعان کہ نصیر

وظہیر یگانہ گویان است، التماس آں دارم کہ سعی جمیل شما عند اللہ مشکور گشتہ، در دنیا و عقبیٰ مظہر اجر جزیل باشید۔ والسلام

۹؍ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ

عن دار الخلافة العلية العثمانيه

وزیر اعظم ابراہیم ادہم

ترجمہ

مکتوب وزیر اعظم حکومت عثمانیہ (ابراہیم ادہم) ترکی کا شکریہ کا خط جناب۔ مدرسین مدرسہ دیوبند ضلع سہارن پور!

فاضلان محترم! نقد تعاون (اور امداد) کی رقم شاہی فوج کے ایسے جوانوں کی اولاد اور اہل خاندان کے لئے، جنہوں نے سربستان کی جنگ میں شہادت کا جام پی لیا ہے اور اس سے پہلے بھی جو رقم اکٹھی کر کے روانہ فرمائی تھی، سب پوری مل گئی ہے اور اس سخاوت نشان ہمت سے جو آپ صاحبان کی غیرت دینی اور حمیت اسلامی کی وجہ سے وجود میں آئی ہے، عثمانی حکومت کے سب نمائندے بہت خوش ہوئے ہیں اور خاص طور سے مجھ مخلص کی انتہائی مسرت کا سبب ہوئی ہے۔

روانہ کی گئی رقم اس کے علاوہ کہ اس کو وصول کر کے ضرورت مندوں کو اپنی تکلیف اور نقصان میں (کسی قدر) کمی کا احساس ہوگا، یہ بات مزید تشکر کا سبب ہے کہ دور دراز ملکوں اور ہندوستان میں ان کے دینی بھائی ہیں جو ہمارے خستہ حال سے غمگین ہیں اور ان زخموں پر جو (عثمانی فوجیوں اور ان کے اہل خاندان) نے دین کے دشمنوں سے کھائے ہیں، تسلی کا مرہم رکھتے ہیں اور اپنے آنسو بہاتے ہوئے اس خدمت میں اپنا حصہ لے رہے ہیں۔

اس وجہ سے رب تعالیٰ شانہ سے جو مدد فرمانے والا اور ظاہر کرنے والا ہے یہ التجاء کرتا ہوں کہ آپ صاحبان کی یہ مبارک کوشش حق تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو کر دنیا اور آخرت میں اجر عظیم کی صورت میں ظاہر ہو۔

والسلام

۹؍ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ

دار الخلافہ عالیہ عثمانیہ۔ وزیر اعظم ابراہیم ادہم

شکریہ کے خط سے عزت افزائی پر کلمات تشکر

شکریہ بجواب شکریہ از جانب مولوی محمد قاسم صاحب و دیگر مہتممان مدرسہ عربی دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رفعت مآب، فلک قباب والا مناصب، عالی مراتب، حامی دین متین، معین شرع مبین، کیوان مقام، مریخ انتقام، حاتم سخاوت، رستم شجاعت، ملجاء غربا، ملاذ فقراء، دستور معظم، صدر اعظم، لا زال ظل کرمہ ممدود او نور حشمتہ محسوداً۔

نیاز کیشان اخلاص مند وسینہ ریشان درمند، حلقہ بگوشان درم ناخریدہ، وارزومندان نادیدہ، خواران دور افتادہ، وزاران دل بباد دادہ، تسلیمات مسنونہ را بہزار نیاز وسوز د گداز آمیختہ و تعظیمات مکنونہ از معدن صدق وصفا و اخلاص انگیختہ، بعز عرض باریاباں در دولت، وشرف ملاحظہ حاشیہ نشینان بارگاہِ شوکت می رسانند۔

روز جمعہ پانزدہم رجب ۱۲۹۴ھ ہجری علیٰ صاحبہا الف الف صلوۃ سلام، وفرمان والاشان کہ ہمچو نامہ اعمال اصحاب الیمین، تسلی بخش دل ہائے اندوہ گیں بود، نزول اجلال بسرو چشم ذلیلان پراگندہ حال فرمودہ۔ ذرہائے بمیقدار راز خاک ذلت بآسمان عزت رسانید، وخاک نشینان تیرہ بخت رارشک خورشید جہاں تاب گردانید۔ شکر ایں منت علیاء از زبان از کجا آریم کہ اول متاع قلیل ہماں۔ یگان ذلیل را زیر نگاہ قبول جا دادند، وسپاس ایں عنایت عظمی چگونہ گزاریم کہ باز، بارسال فرمان جلیل متضمن قبول آنمایہ قلیل افتادگان خاک ذلت را بر چرخ نشاندند:

زقدر و شوکت سلطان نگشت چیزے کم   کلاہ گوشۂ دہقان بآسمان رسید

(مسرت) عید بایں روز مبارک نرسد کہ طراز رشک ہلال نور افزائی دل و دیدہ ہندیان خوار گردید، و بخت ہمایوں بایں طالع نکو پہلو نزند کہ ہمائے اوجِ سعادت بال بسر بے سروساماناں زار و نزار کشید:

در ہر ذرہ آفتاب آمد   بحر در خانہ حباب آمد

گرد بودیم رشک نور شدیم بر در قرب زرہ دور شدیم؟

قطرۂ زار شد در نایاب ذرہ خوار شد خور و مہتاب

افسوس نہ خزانہ قارون است کہ بریں سرفراز نامہ نثار سازیم، و نہ بخت ہمایوں است تا بمدش بجائے جان در سینہ نہیم، و از جان پردازیم۔ از بے خبری قطرہ بدریا سپردیم، مگر زہے عنایت کہ ہمچو دریا باغوشش کشیدند، واز بے عقلی ذرّہ پیش آفتاب برویم، مگر زہے کرم کہ بنور نظر عنایت رشک ماہ و کواکب گردانیدند۔

اے مخدوم امام! اے مطاع خاص و عام! دریں کدورت ہائے غم کہ باستماع اخبار وحشت انگیز عبور روس از نہر انطونہ (..........) و پیش قدمی ہائے او تا بکوہ بلقان (.......) و عزل سردار اکرم و دیگر سرداران باو قار و فرار ساکنان اوڈریانوپل (ADRIANOPOLE) بر دل وابستگانت نیاز تو بر تو افتادہ بود، و دریں پریشان ہائے الم کہ مردمان بے اعتبار بہ تلغراف ہائے پے در پے اخبار موحشہ بگوش خبر اندیشان دور افتادہ رسانیدہ، دل شاں را برباد دادہ بودند، سرفراز نامہ علیا کارے کرد کہ آب حیات با تن مردہ و باران بہار با سبزہ پژمردہ، مگر چوں اخلاص حلقہ بگوشان درم ناخریدہ نابت دلی رسیدہ، اگر کار پردازان تار تلغراف تکذیب اخبار سابقہ نمایند یا باخبار فتوح لاحقہ لشکر ظفر پیکر کدورات غم را از دل اندوہ گینان نزایند می ترسم کہ خار غم باز دل خستہ دلان خلیدن گیرد۔

اے کاش! مشت خاک دور افتادگان خاکسار، و خوار، در جوار دولت نامدار افتند، یا تلغراف ہائے دولت علیہ اخبار صادقہ تسلی بخش دل ہائے افسردہ گردد۔ وزیادہ ہرزہ سرائی گستاخی است، آفتاب اقبال دولت تاباں و درخشاں باد!

(بمطبع ہاشمی طبع شد)

ترجمہ: بلند مرتبہ، آسمان منزل، اونچے عہدوں پر فائز، عالی مقام، دین متین کے حامی، شرع شریف کے مددگار، بادشاہوں کے مرتبہ والے، مریخ کی طرح بدلہ لینے کے ماہر، سخاوت میں حاتم، شجاعت میں رستم، غرباء کی پناہ گاہ، فقیروں کے مددگار، صاحب مسند عظیم، صدر اعظم جس کی

عنایات کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو اور جن کی جاہ وحشمت ہمیشہ لائق رشک و حسد رہے۔

ہم مخلص نیاز مند جن کے سینے درد کی شدت سے چھلنی ہیں، جو بے خریدے در دولت کے غلام بنے ہوئے ہیں، اور بے دیکھے امیدیں رکھنے والے ہیں، دور پڑے ہوئے کمزور بے حیثیت جن کے دل اڑے جاتے ہیں، ہزار ہا نیاز مندیوں اور سوز و گداز سے آمیز کر کے تسلیمات مسنون عرض کرتے ہوئے اور خلوص دل کے ساتھ تعظیمات مناسب ادا کرتے ہوئے، در دولت پر حاضری اور باریابی کی عزت حاصل کر کے اور بارگاہ عالی کے حاشیہ نشینوں کی طرح اک نگاہ کرم کی امید میں ضروری آداب دربار عالی میں پہنچا رہے ہیں۔

جمعہ کے دن ۱۵/ رجب ۱۲۹۴ھ [۲۷/ جولائی ۱۸۷۷ء] کو فرمان عالی شان نے جو دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پانے والے اصحاب کی طرح پریشان دل کو تسلی دینے والا تھا، ہم بے حیثیت و پریشان حال لوگوں پر جاہ و جلال کے ساتھ نزول فرمایا اور بے حقیقت ذروں کو ذلت کی مٹی سے اٹھا کر آسمان عزت تک پہنچا دیا اور زمین پر بیٹھنے والے بدقسمتوں کو سورج کے لئے لائق رشک بنا دیا۔ اس عنایات وکرم کا شکریہ ادا کرنے کے لئے زبان کہاں سے لائیں، کہ (سب سے پہلے) ہم سب لوگوں کی معمولی رقم کو قبولیت و پسندیدگی کی نگاہ سے نوازا، اور اس بڑی عزت کا شکریہ کس طرح ادا کریں کہ پھر اس معمولی رقم کے قبول فرمانے کی عنایت کا فرمان جاری فرما کر مٹی میں پڑے ہوئے افراد کو اعلیٰ ترین مقام پہنچا دیا۔

بادشاہ کے عزت و مرتبہ سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی۔

مگر دیہاتی کی ٹوپی کا کنارہ عزت کی وجہ سے بلند ہو کر آسمان تک پہنچ گیا۔

عید کی خوشی بھی اس مبارک دن کی خوشی کے برابر نہیں پہنچ سکتی۔ عید چاند کے لئے لائق رشک فرمان نے واقفانِ احوال، ہندوستانیوں کی عزت افزائی کی اور بلند نصیبہ اس مبارک طالع کی وجہ سے پہلو میں نہیں ٹھہرتا کہ ہمائے سعادت نے اس کمزور و ناتواں کو بے مال کے خرید کر عزت و سرفرازی بخشی ہے۔

ہر اک ذرہ میں آفتاب آگیا ہے   دریا ایک بلبلہ میں آگیا ہے

ہم گرد و غبار تھے رشک نور ہوئے۔

دور کے رہنے والے قریب اور دروازے پر آواز دینے والے بن گئے۔

بے حیثیت قطرہ نایاب موتی بن گیا

اور بے قیمت ذرہ سورج اور چاند کے برابر ہوگیا۔

افسوس کہ نہ قارون کا خزانہ ہے، جو ہم اس سرفراز نامہ پر نثار کرتے، نہ بخت ہمایوں ہے کہ جس کی مدد سے اس خط کو روح کی جگہ سینہ میں رکھ جان کا نذرانہ پیش کرتے۔ مگر یہ عنایت کیا کم ہے کہ دریا ایک قطرہ کو اپنی آغوش میں لے رہا ہے، اور ہم اپنی ناواقفیت سے ایک قطرہ دریا کے حوالہ کیا تھا، مگر کیا عنایت و کرم ہے کہ (بڑا) دریا ایک قطرہ کو مسرت (اور اعزاز) کے ساتھ اپنے اندر کھینچ رہا ہے۔ ہم اپنی بے وقوفی سے ذرہ کو سورج کے سامنے لے گئے، مگر زہے کرم کہ نظر عنایات سے رشک ماہ و نجوم کیے گئے۔

اے رہنماؤں کے سردار اے خاص و عام کے لئے قابل اتباع! روسیوں کے نہر (انطونہ) کو عبور کر کے بلقان کے پہاڑوں تک آگے بڑھنے، سردار کرم اور دوسرے سرداروں کی برطرفی، اور دریائے نوپل (   ) کے پاس رہنے والوں کے بھاگنے کی وحشت انگیز اور رنج و ملال سے بھری ہوئی خبریں، آپ کے نیاز مندوں اور آپ سے دلی تعلق رکھنے والوں کو ایک کے بعد ایک سننے میں آرہی تھیں۔ ان پریشان کرنے والی باتوں سے جو ناقابل بھروسہ لوگ آپ کے دور افتادہ تعلق رکھنے والوں تک تار کے ذریعہ مسلسل پہنچا رہے تھے اور ان خبروں سے ان کے دل ہوا میں درختوں کے پتوں کی طرح ہل رہے تھے۔ ایسے نازک وقت اور مایوسی کے حالات میں آپ کے گرامی نامہ نے وہ کام کیا، جو آب حیات مردہ جسم کے لئے اور بہار کی بارش سوکھی گھاس کے لئے کرتی ہے۔

مگر کیوں ہم آپ کے ناخریدہ غلاموں کہ ایسی دلی تکلیف پہنچی ہے کہ اگر تار اور خبریں

بھیجنے والے اپنے پہلی بھیجی ہوئی خبروں کی تردید نہ کریں اور لشکر عالی وقار کو جوئی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں، ان کی خبریں ہم غمگین اور رنجیدہ دل اصحاب تک نہ پہنچیں، تو میں ڈرتا ہوں کہ رنج والم کا کانٹا ہم لوگوں کے دلوں میں اسی طرح زخم کرنے لگے گا۔

ہائے کاش! ہم دور پڑے ہوئے حقیر لوگوں کی مشت خاک آپ کے در دولت تک پہنچ جاتی، یا دربار عالی کے تار اور سچی خبریں افسردہ دل کو تسلی پہنچانے والے ہوئے۔ زیادہ لکھنا گستاخی ہے، آپ کی دولت اقبال کا سورج روشن اور چمکتا رہے۔

(ترجمہ: نورالحسن راشد کاندھلوی)

طبع اول، مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۲۹۴ھ

طبع اول کا مکمل عکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ہادی لہ و نشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ بعد ازین یہ گزارش ہی کہ اندنون روس وغیرہ سلاطین اولوالعزم سلطان روم سی بوجہ حسد طبع زاد بر سر پرخاش ہین۔ نوبت جنگ و جدال تک پہونچی ہزارہا جانین تلف ہو گئین ہزارہا عورتین بیوہ ہوئین۔ ہزارہا بچے یتیم ہوئی۔ ان اخبارات وحشت آثار کو سنکر مصر۔ عرب۔ ٹونس وغیرہ مین سی تو سیکڑون آدمی جان سی شریک ہونی پر آمادہ ہو گئے اور ہزارون نی مال سی مدد کی اور مسلمانان ہندنی بہی بوجہ دردمندی دلی اطراف و جوانب مین مثل بمبی۔ مدراس۔ کلکتہ۔ عظیم آباد۔ الہ آباد۔ پشاور۔ لاہور۔ بنگلوری۔ اس لشکر سلطانی کی شہیدون کے یتیمون اور بیوون اور اس لشکر کی زخمیون کی لئی ہزارہا روپیہ جمع کیا اسلئی یہ گزارش ہی کہ اس کار گرمی مین جس سی ہو سکی بقدر ہمت شریک ہو کر خداتعالی کے خوشنودی مین داخل ہو۔ دنیا چند روزہ ہے وقت پہر نہ ملیگا اگر کسی اور وجہ سی تمکو حرارت نہین آتی تو کیا یہ بات بہی باعث سرگرمی نہین کہ مکہ معظمہ مین خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ مین روضۂ مطہرہ جو اس عزت و شرف کی ساتہ آجتک موجود ہین تو سلطان روم ہی کے بدولت یہ حفاظت ہی اگر خدانخواستہ سلطان روم کو بوجہ ہجوم اعدا اس تنہائی مین شکست ہوئی تو نہین کہہ سکتی کہ پہر ان مقامات متبرکہ کا کیا حال ہوگا۔ تمہاری اتنی حوصلی نہین کہ مقابلہ پر جانبازی کرو

اسلئی لازم ہی کہ اونکی اس کفالت کی بدلی کہ وہ مسلمانون کی تئین ان مقامات کی عزت کی لئی اپنی جان
یہانتک کہ ہزارون تلف ہوگئی اتنا ہی کروکہ تہوڑا تہوڑا روپیہ جمع کرکے ان یتیمون اور زخمیون کی خبر
وہان آدمیون کی ضرورت نہین ترکی ایک ایک ہزار ہزار کے برابر ہے مگر بوجہ خدمت حرمین شریفین
شرفا و خبرگیری علما و صلحا و مساجد و دیگر مصارف کثیرہ البتہ روپیہ کی ضرورت ہی۔ علاوہ ازین سلطان
روس بذات خود مع اپنی شاہزادون کی دربدر روم کی لڑائی کی لئی چندہ مانگتی پہرتے ہین کیا تمہین
سنکر بہی غیرت نہین آتی۔ دور دور کے لوگ ترکون کی ہمدرد اور دردمند ہین بیقرار ہین مگر تمکو ہزارون
خون اور ہزارون کی یتیم اور بیوہ ہوجانیکی خبر بہی خبر نہین۔ اللہ ری صبر و تحمل اتنے بڑی صدمہ
نہ آہ ہی۔ بہر یون سمجہکر کہ کبہی دلمین سب کچہہ ہوتا ہی پر کسی محرک کی ضرورت ہوتی ہے یہ عرض کرنا مناسب
اب ہم سب ہواخواہان عام و خاص تمام حاضرین جلسہ کی ہمت کی منتظر اور اس بات کی امیدوار ہین کہ
تا کل اس امر مین سب ہی اہل اسلام شریک ہوئین گی۔ باقی اگر سوچہی تامل ہے کہ مبادا سرکار انگریزی اس
ناخوش ہو اور اس سبب سی پہر لینی کے دینی پڑین سو اوّل تو ہم جانتی ہین کہ یہ خیال انہین صاحبونکو
جنکو اصل حال کی خبر نہین اور یہ قال ونہین لوتکا ہوگا جنکا دینی کو جی نہین چاہتا۔ دوسرے شہنشاہ
اور سرکار انگریزی کے مخالفت بہی ایسی نہین جسکو لوئی نجانتا ہو علی ہذا القیاس سلطان روم خلد اللہ
وسلطنتہ اور سرکار انگریزی دام اقبالہ و شوکتہ کا اتفاق اور اتحاد بہی ایسا نہین جو عوام پر ظاہر نہو۔
تو روس کی آمد آمد ہندوستان پر شہرہ آفاق ہی جس سی یہ بات عیان ہی کہ روس اور سرکار انگریزی
نہایت درجہ کی عداوت ہی۔ دوسرے اخبارات انگریزی اور اردو فارسی اس افسانہ سی مالامال ہین کہ سرکار
روم کی حامی ہے یہانتک کہ اس لڑائی کے لئی لندن مین روس کا مقابلہ کرنیکو جنگی طیاریان ہو رہی ہین
ان سبکو جانی دو یہ تو دیکہو کہ ہندوستان مین جسقدر حکام عالیمقام کلکتہ اور بمبئی اور مدراس اور لاہور
اور الہ آباد اور عظیم آباد اور پشاور وغیرہ مین رہتی ہین اسقدر اور کسی مقام مین نہین رہتی اگر فراہمی چندہ
معلوم ناگوار خاطر سرکار انگلشیہ ہوتی تو اس اعلان کی ساتہ کیون اُن مقامات مذکورہ مین ہزارہا
امداد سلطان روم کی لئی فراہم کیا جاتا۔ یہ اثر محبت سلطان روم اور اتحاد باہمی کا نتیجہ نہین تو اور

اور کیون نہو لندن اور ہندوستان کا راستہ مملکت روم مین ہوکر آتا ہی اگر باہم مخالفت ہوتی تو سرکار
انگریزی باطمینان خاطر وہان سی یہانتک کیون آسکتی- علاوہ برین حیدرآباد وغیرہ مین سرکار سے
اجازت لیکر یہ کام کیا گیا ہی بلکہ کلکتہ والون کیطرف سی بذریعہ اخبارات یہ اعلان ہوگیا کہ سرکار انگریزی
کیطرف سی کوئی شخص اندیشہ مند نہو بلکہ خود سرکار نے روس کو یہ جتا دیا ہی کہ بانخلاکہ ہندوستانی مسلمان
سلطان روم کی بی تنخواہ کی فوج ہے- اور بعض میمون نی لندن مین اشعار انگریزی اسمضمون کے
لکھی ہین کہ جنمین مسلمانان ہند کو مخاطب کرکے یہ لکھا ہی کہ تمہاری اُن بزرگونکی ہڈیان جنسی تمکو افتخار ہے
قبرونمین تڑپی دیکھتی ہین کہ اس واقعہ مین تم کیا کرتی ہو- تم کیسے انکی اولاد اور نام لیوا ہو تمکو غیرت نہین
آتی کیا مکہ معظمہ کے زیارت موقوف کراؤگی القصہ سرکار کیطرف سی تو اشتعالک ہی اسپر بہی ہمت نکروگے
تو کسیکی زبردستی نہین مگر یہ بہی یاد رہی کہ اسکا انجام دنیا و آخرت مین بجز پشیمانی اور کچہہ نہوگا
— خداوند قاضی الحاجات حضرت آدم علیہ السلام سی لیکر ابتک سبکی حاجۃ روائی کرتا رہا بلکہ علاوہ
حاجہ روائی تمہارے خوشنودی خاطر کے کیسی کیسی لذتون کی چیزین بنائین اور اوس زمانہ سی لیکر آجتک کبھی
دریغ نکیا سر سے لیکر پانوتک آنکہہ ناک کان وغیرہ ہزارون نعمتین ایسی دی رکھین ہین کہ نہ کسی دوکان پر
مل سکین نہ کسی کاریگر سی بن سکین اور زمین سی لیکر آسمان تک پانی ہوا سورج چاند وغیرہ بلکہ خود زمین اور نباتات
وغیرہ لاکہون نعمتین دی رکہین ہین کہ ضرورت ہی حد سی زیادہ اور پہر ارزان بہی حد سی زیادہ اور نہ کسی
دوکان پر مل سکین نہ کسی کاریگر سی بن سکین غرض خداوند عالم نی اوس زمانہ سی لیکر ایسی ایسی احسان کئی اور کئے
چلا جاتا ہی اور تمہارا ہمارا حال یہ ہی کہ جان چرائی پہرتی ہین نہ جان دی سکین نہ مال دی سکین جب سی
ہندوستان مین اسلام آیا اوس روز سی لیکر کبہی اسلام کے تقویۃ یا حفاظۃ کا خرچ یا حرمین شریفین کی تعمیر
یا حفاظۃ کا خرچ کسی مسلمان کی ذمہ نہین پڑا ایک یہ خرچ آیا ہی سو اوسمین یہ پہلو تہی ہے کچہہ تو خدا سی حیا کرو
کیا اوسکی اون احسانات بی پایان کا یہی بدلا ہی کیا اوسکی اون انعامات بیکران کا یہی صلہ ہی اوسکی مال مین سے
اوسکی کام مین دریغ اس سی زیادہ اور کیا بیحیائی ہوگی خدا کی کام مین بہانہ مت کرو ایسا نہو خداوند عالم
کسی بہانہ سی اپنی احسانون مین دریغ کرنی لگی اسوقت ضرورۃ مین اس مصرف سی بڑہکر اور کوئی مصرف نہین

اگر خدا نخواستہ روس فتحیاب ہوا تو پھر خاک پاک حرمین شریفین بھی بظاہر اوسکی گھوڑون کی پامال ہوتی نظر آتی
ہی اسصورت مین کیا کسی صاحب فہم دیندار کے خیال مین یہ بات اسکتی ہے کہ اور کوئی مصرف اس مصرف سی زیادہ
بہتر ہے اگر تعمیر مساجد نہو گی تو کیا ہوگا مسجدونکی کون سی کمی ہی جو اور ضرورۃ ہی پہلی ہے ہزارون ویران پڑی ہین
اور اگر ضرورۃ مسجد ہو ہی تو کہین اس ضرورۃ کی ہمسنگ ہوگے کہ اندیشہ پامال خاک حرمین شریفین سر پر لگا ہو
دو سو مسکین اگر نہ کہلائی گئی تو کیا ہوگا ایک مدت کی کہا نہین کیا زندگانی جاودانی میسر آتی ہے اور ایک وقت
کہلائی تو کیا کسیکو موت کہانی جاتی ہے اور اگر ضرورۃ ہو ہی تو کیا اس سی زیادہ اندیشہ مذکور جانگزا ہے اگر بالفرض دوچار
بہوک وپیاس کسی کی جان تلف ہی ہوگئی تو ایک مسلم تلف ہو گیا یا دس بیس سو پچاس تلف ہوگئی پر خدا نخواستہ
اگر روس غالب آگیا تو یون کہو چند روز مین اسلام روئے زمین سی اوٹھہ گیا اور اگر یہ باتین محض خیالی معلوم ہوتی
ہین اور اسوجہ سی قابل اعتبار نہین تو خود قران کو دیکھ لیجئے اوسمین فرماتی ہین اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد
الحرام الخ ان آیات سی یون معلوم ہوتا ہی کہ تعمیر مساجد اور حجاج کو پانی پلانا جہاد کی برابر نہین ہوسکتا ہی جہاد
مالی ہو یا جانی اوس سی بڑھکر ہی اب خیال فرمائی خدا کی مکانون کی خبرگیری اور خدمتگاری کیونکر برابر ہوسکتی
ہین اور جب مہمان بھی ہمسنگ نہین تو مساکین تو کس شمار مین ہین کیونکہ مہمانداری اور مسکینون کی خبرداری سی خدا کے
نزدیک بھی افضل اور دنیا کی نزدیک بھی افضل مگر اور مہمانون سی خدا کی مہمان یعنی حجاج افضل جب اونسی بھی یہ مصرف
افضل ہوا تو اور کس شمار مین رہی علی ہذا القیاس تعمیر مسجد الحرام جب اس مصرف کی برابر نہوا تو اور مساجد کا
کیا ذکر ہی بہرحال عقل سی دیکھو یا نقل سی یہ مصرف سب مصرفون سی افضل ہی خاص کر جب یہ لحاظ کیا جائے
کہ شوکۃ اسلام اور مقابلہ حرمین شریفین اس زمانہ مین سلطنۃ روم کی ساتھ ہی اگر خدا نخواستہ یہ سلطنت نرہی
تو نہ اس کی شوکۃ رہیگی اور نہ حرمین کی عزۃ رہیگی تو پھر یہ امداد ہر عقل والی کو فرض معلوم ہوگی اسلئے بعد گذارش
کہ اگر خدا کی مغفرت کی امیدوار اور اوسکی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شفاعۃ کے خواستگار ہو تو حرمین شریفین کے بچانے
مین جان نہین مال ہی سی مدد کرو مال کل بیچیا نہ بوجھہ تو شرم کرو اورون سی نہین شرماتی تو خدا اور رسول صلی اللہ
علیہ وسلم ہی سی شرماؤ یون ہاتھ سی مال جو ہاتھ کا میل ہے نہین چھوٹتا تو اون ننھی ننھی بچون کی آہ وزاری پر
رحم کرو جنکی باپ خدا کی راہ مین خاک وخون مین تڑپ تڑپ کر مر گئی اور ان بیوون کی بلکنے پر ترحم کرو جنکی

خاوند اونکو تنہا چھوڑ کر خدا کی راہ میں اپنا جان و مال نثار کرتی ہیں یوں بھی غیرت نہیں آتی تو یہی خیال کرو کہ اُن
غربائی باوجود افلاس اپنا پیٹ کاٹ کر تھوڑا تھوڑا کر کے ہزاروں روپیہ جمع کر دیئے جنکی تفصیل ذیل میں درج ہے اور
ہی کچھ نہیں ہو سکتا تو زکوۃ ہی عنایت کرو ایسی مصارف میں زکوۃ بھی جائز ہے الغرض یہاں تمکو جانی دو
وقت منہ ہی ملانیکا وقت نہیں یہ کیا وہم ہے کہ ترک دنیا کی لئے لڑتی ہیں دین کی لئے لڑتی تو ہم مدد کرتی
کیا تمکو انکی نیتوں کی خبر ہو گئی ہے جو یہ بدگمانی ہے کیا بدگمانیوں کی مواخذہ کی تمکو خبر نہیں اور اگر یہ بدگمانی فرض کرو
صحیح ہے ہو تو کیا شجاعان ترک ہندو معماروں سے بھی گئی گذری اگر کوئی ہندو معمار مسجد بناتا ہے تو اُسکی تنخواہ
مسجد ثواب نہیں وہ اپنے پیٹ کی لئے کام کرتا ہے دنیا کی لئے مرتا کھپتا ہے مگر یوں سمجھ کر کہ آخر ہماری مسجد بناتا ہے
کس خوشی اور کس امید پر اوسکو روپیہ دیتے ہو یہاں بھی اگر یہ سمجھو تو کیا بیجا شجاعان ترک اگر دنیا کے
لئے مرتے مارتے ہیں تو کیا ہوا تمہارے دین تو کفار سے محفوظ ہوتا ہے تمہارے کعبہ و قبلہ اور تمہارے مدینہ
منورہ اور تمہارے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مطہرہ کی عزت اور حرمت قایم رہتی ہے
بالجملہ ہمت نہ ہارو قلیل و کثیر جسقدر ہو سکے عطا کرو واللہ الموفق للرشاد

فرد حساب جمع خرچ چندہ مجروحان عساکر سلطانی

[illegible] ۱۵ ر

از ساکنان قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور [illegible] ۱۳	مدرسان و مہتممان مدرسہ عربی دیوبند [illegible] ۶۲	از طلبہ مدرسہ عربی دیوبند [illegible] ۹	از قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور معرفت جناب حاجی [illegible]
از مظفرنگر متعلقہ اشخاص معرفت مولوی محمد [illegible] صاحب و مولوی محمد منعم صاحب [illegible] ۱۵ ر	از تھانہ بھون ضلع مظفرنگر معرفت مولوی فتح محمد صاحب [illegible] ۵ ر	از خاص سہارنپور معرفت مولوی جمال الدین صاحب [illegible]	از قصبہ منگلور ضلع سہارنپور معرفت حافظ نظیر احمد و قاضی عنایت علی صاحب [illegible] ۱۵ ر
از اکبرآباد معرفت منشی عبد الرزاق صاحب [illegible]	از موضع پھلاودہ ولاور ضلع میرٹھ معرفت میر [illegible] علی صاحب و [illegible] صاحب [illegible]	از قصبہ پور ضلع مظفرنگر معرفت حکیم محمد اکبر صاحب [illegible]	از امروہہ ضلع مرادآباد معرفت مولوی احمد حسن صاحب [illegible]
از ہمیرپور معرفت منشی صادق علی صاحب [illegible]	از نور اللہ خان صاحب رئیس میرٹھ [illegible]	از سیالی ضلع مظفرنگر معرفت حافظ محمد حسین صاحب [illegible] ۱۲	از جوالاپور ضلع سہارنپور معرفت [illegible] [illegible] ۱۵ ر

رسید اول

نقل رسیدات جناب سرشہبندر دولۂ علیہ عثمانیہ حسین حسیب صاحب آفندی بہادر سفیر با توقیر حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ مقیم بمبئی

جناب فضائل مآب حاجی محمد عابد صاحب و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد رفیع الدین صاحب مہتممان مدرسہ عربی دیوبند سلمہ اللہ تعالیٰ .... بعد سلام مسنون الاسلام موضوح باد کہ مکتوب بہجت اسلوب آن حضرات مع مبلغ یکہزار دو صد روپیہ نوٹ بنگالی کہ مراد ارسال آن بہ باب عالی برائے مجروحین و ایتام دار اہل عساکرہ منصورہ صرف شود مرسول بود موصول گردید حقیقۃً مساعی جمیلہ آن حضرات کہ بمقتضای حمیت دینیہ بظہور آمدہ مستحق ممنونیت و مشکوریت ست و بحول اللہ تعالیٰ مبلغ مذکور را حسب خواہش بہ باب عالی تبلیغ میکنم و رسیدی کہ از آن جا می رسد در عقب موصول آنحضرت خواہد شد و در جرائد ہم نشر خواہد گردید و ہمچنین ہر مبلغی کہ حسب تحریر الشان رسیدہ باشد انشاء اللہ تعالیٰ مع الافتخار در تبلیغ آن دریغ نخواہد رود و از زیادہ والسلام مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ

حسین حسیب
شہبندر دولت علیہ عثمانیہ در بمبئی

رسید دوم

جناب فضائل مآب مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی محمد رفیع الدین صاحب و محمد عابد صاحب مہتممان مدرسہ عربی دیوبند سلمہم اللہ تعالیٰ ...... بعد سلام مسنون الاسلام مشہود باد کہ مبلغ دو صد روپیہ بابتہ اعانۂ عساکر قسطر روم کہ ارسال فرمودند موصول گردید و روانہ کردہ شد خاطر شریف جمع دارند و اینچہ از اظہار مہربانیہا کہ بہ نسبت من فرمودہ اند گویا بلسان حال من اظہار بزرگی و شرف خود فرمودہ اند ایزد تعالیٰ توفیق خیر مزید گرداناد والسلام ۱۶ صفر الخیر ۱۲۹۴ھ

شہبندر دولت علیہ عثمانیہ در بمبئی

نقل رسید سوم

شہبندر دولت علیہ عثمانیہ در بومبای

نمبر ۱۱/۴۶۰

حضرات فضائل سمات جناب مولوی محمد قاسم صاحب وجناب مولوی محمد رفیع الدین صاحب وجناب
مولوی محمد یعقوب صاحب وجناب حاجی محمد عابد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ ...... رقیمہ کریمہ آں حضرات مع رقم نہصد
وچہل وپنج روپیہ نقد کہ مع مصارف مرقومہ نہصد وشصت وسہ روپیہ ویک آنہ میشود موصول گردید
وباعث خوشنودی ما شد ایزد تعالیٰ فائز اجر جزیل وذکر جمیل کناد وچنانچہ معلوم است رقم چہار دہ صد روپیہ
کہ اول دو دفعہ کردہ فرستادہ بودند موصول دارالخلافہ شدہ بمجلس اعانہ حربیہ سپردہ شد چنانچہ تفصیل
آں در اخبار دارالخلافہ در عدد ہشتادم مسطور شدہ ویقین کہ از ملاحظہ عالی گذشتہ باشد واین رقم نیز
مع رقوم دیگر کہ از اطراف ہندوستان رسیدہ کہ منجملہ آن پنجاہ ہزار روپیہ زر متبرعہ جناب معلی القاب
نواب صاحب والی رامپور است عنقریب مرسول خواہد شد ورسید صاحب رسیدہ خواہد شد خاطر شریف
جمع دارند والسلام فی ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ

حسین حسیب

نقل رسید چہارم

شہبندر دولت علیہ عثمانیہ در بومبای

۵۲۰/۱۶۷

جناب حمیت وفضیلت مآب مولوی محمد قاسم صاحب ومولوی محمد رفیع الدین صاحب ومولوی محمد یعقوب صاحب
ومولوی محمد عابد صاحب مہتممان مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند سلمہم المنان ...... بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ موضوح خاطر باد کہ رقیمہ کریمہ مورخہ دہم شہر جمادی الاول سنہ ۱۲۹۴ ہجری مع یازدہ قطعات کرنسی
نوٹ تعدادی ہفتصد وپنجاہ وپنج روپیہ حسب تفصیل ذیل کہ از روی حمیت دینی وہمدردی برادران

کردہ آید و رسید جیونخان صاحب علیحدہ حسب درخواست حضرات مصحوب این مکتوب فرستادہ شدہ و رسید آن قسط اول کہ عبارت از دوازدہ صد روپیہ و دیگر دو صد روپیہ بود از باب عالی رسیدہ و بہ آن بزرگواران مع محظوظیت نامہ ذات جلالت سمات صدارت پناہی روانہ گردیدہ امید کہ دیدنش باعث مسرت خواہد شد زیادہ ایزد تقدس و تعالی اجر جزیل مرحمت فرماید والسلام فی ۲ رجب سنہ ۱۲۹۴ھ

سر شہبندر دولۃ علیہ عثمانیہ در بمبئی

حسین حسیب

علم سلطانی

نقل رسید ہفتم ۶۳۳۴ / ۲۸۴

جناب حمیت مآب جیونخان صاحب سلامت باشند...... رقم ہفتاد و چہار روپیہ و نہ آنہ کہ بمعرفت حضرات فضائل سمات مہتممان مدرسہ اسلامیہ دیوبند مرسول بود موصول گردید خاطر شریف جمع دارند ان شاء اللہ تعالی مع الاعانۃ التامہ بہ باب عالی فرستادہ خواہد شد تا بہ مجلس اعانۃ حربیہ سپردہ آید و در مصرف مذکور صرف کردہ شود و رسید مبلغ مذکور چنانکہ میرسد فرستادہ خواہد شد والسلام فی ۲ رجب سنہ ۱۲۹۴ھ

سر شہبندر دولۃ علیہ عثمانیہ در بمبئی

حسین حسیب

واضح ہو

کہ دفتر خاص باب عالی شاہنشاہی ظل الٰہی سلطان روم خلد اللہ ملکہ سے بہت رسیدات آئی ہیں چونکہ وہ زبان ترکی میں ہیں اونکا تلفظ اور تفہیم دشوار ہے اسلئے اونہیں نقل نہیں کیا مگر شکریہ وزیر اعظم سلطنت روم باب عالی سے بعبارت فارسی بحضور دولایا اور باعث افتخار ہندوستان ہے نقل کرتے ہیں

شکریہ از جانب دستور معظم صدر اعظم جناب ابراہیم ادہم ہمت مآب بہا لا زال ظل کرم

جناب مدرسان مدرسہ دیوبند ضلع سہارنپور فضیلت مآبان صاحب

اعانۃ نقدیہ بجہت اولاد و عیال عساکر شاہانہ کہ در جنگ صربستان شربت شہادت نوشیدہ بودند پیش ازین فراہم آوردہ ارسال فرمودہ بودید بتمامی واصل گردید و برای توزیع آن بارباب استحقاق بانجمن

مخصوص تسلیم نموده شد و ازین فتوت مندانه که مجرد از غیرت دینیه و حمیت اسلامیه شما بوقوع آمده است ہمہ وکلای دولہ علیہ عثمانیہ فرحناک گشتہ و علی الخصوص بدرجہ کمال بادی خوشنودیت این مخلص بریاگردیدہ است مبلغ مرسول علاوہ برآنکہ باضطراب محتاجین تخفیفی بہم رسانید دکسانیکہ ازین اعانہ حصہ وارشدند ملاحظہ نمودند ممالک بعید ہندوستان برادران دینی ہستند کہ بر حال پرملال ما بچشم تاسف نگاہ میکنند و برزخمہائیکہ از دشمنان دین خوردہ ایم مرہم تسلیت می نہند اظہار مزید شکر اینت کردند و اشک رقت ریختہ حصہ خود شانرا گرفتند بنابرین از جناب رب سبحان کہ نصیر و ظہیر یگانہ گویان است التماس آن دارم کہ سعی جمیل شما عند اللہ مشکور گشتہ در دنیا و عقبی مظہر اجر جزیل باشید والسلام ۹ جمادی الاولی ۱۲۹۴ھ عن دار الخلافۃ العلیۃ العثمانیۃ

[illegible]

شکریہ بجواب شکریہ از جانب مولوی محمد قاسم صاحب و دیگر مہتمان مدرسہ عربی دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رفعت مآب فلک قباب والا مناصب عالی مراتب حامی دین متین معین شرع مبین کیوان مقام مریخ انتقام حاتم سخاوت رستم شجاعت ملجا غربا ملاذ فقرا دستور معظم صدر اعظم لازال ظل کرمہ ممدودا ونور حشمتہ محسودا نیازکیشان اخلاص مند وسینہ ریشان دردمند حلقہ بگوشان درم ناخریدہ وآرزومندان نادیدہ خوار دور افتادہ وزاران دل بباد دادہ تسلیمات مسنونہ را بہزار نیاز و سوز گداز آمیختہ و تعظیمات مکنونہ را از معدن صدق و صفا و اخلاص انگیختہ بعز عرض بار یابان در دولۃ و شرف ملاحظہ حاشیہ نشینان بارگاہ شوکۃ میرسانند روز جمعہ پانزدہم رجب ۱۲۹۴ ہجری علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام فرمان والاشان کہ ہمچو نامہ اعمال اصحاب الیمین تسلی بخش دلہای اندوہگین بود نزول اجلال بسر و چشم ذلیلان پراگندہ حال فرمود ذرہ ہای بیمقدار را از خاک ذلۃ باسمان عزت رسانید و خاک نشینان تیرہ بخت را رشک خورشید جہانتاب گردانید شکر این منۃ علیا را زبان از کجا آریم کہ اول متاع قلیل بیچارگان ذلیل را بنگاہ قبول جا دادند و سپاس این عنایۃ عظمیٰ چگونہ گزاریم کہ باز بارسال فرمان جلیل متضمن قبول آن مایہ قلیل افتادگان

خاک دولت را بر چرخ نشانند رسید ز قدر و شوکت سلطان گشت چنبری کم ؛ کلاه گوشه دهقان بآفتاب
رسید ؛ عید باین روز مبارک رسید که طرار رشک هلال نورافزای دل و دیده هندیان خوار گردید و بخت
همایون باین طالع کوه پهلو نزند که همای اوج سعادت بال بسر بی سروپایان زار و نزار کشید رسید در بر ذره آفتاب آمد
بحر در خانه حباب آمد ؛ گر نبودیم رشک نور شدیم ؛ بر در قرب وه ز دور شدیم ؛ قطره را رشک در نایاب
ذره خوار شد خور و مهتاب ؛ افسوس نه خزانه قارون بهشت که برین سرافرازنامه نثار سازیم و نه بخت همایون
تا سر دشمن بجای جان در سینه نهیم و از جان برداریم از بیخودی قطره بدریا سپردیم مگر زهی عنایت که بجود دریا را نحو شش
کشیدند و از بیعقلی ذره پیش آفتاب بردیم مگر زهی کرم که بنور نظر عنایت رشک ماه و کواکب گردانید ندای مخدوما
والای مطاع خاص و عام درین گلدستهای عجم که باستماع اخبار وحشت انگیز عبور روس از نهر الطونه و پیش قدمیهای
ناگوار دهقان و عزل سردار اکرم و دیگر سرداران باوقار و فرار سالکان او و دیگر یا نزول بر دل وابستگان بیازتو
افتاده بود و درین پریشانیهای الم که مردمان بی اعتبار تلغراف های بی وزنی اخبار سوخته بگوش خیراندیشان
دور افتاده رسانیده دل سامان بباد داده بودند سرفرازنامه علیا کاری کرد که آب حیات با تن مرده و باران
بهار با سبزه پژمرده مگر چون اخلاص حلقه بگوشان درم ناخریده تا بدین قدر رسیده اگر کارپردازان تا گلها
تکذیب اخبار سابقه نمایند یا باخبار فتوح لاحقه لشکر ظفر پیکر کدورات غم را از دل اندوهگینان تر دایندی تر
دیبا رغم ما بدل خسته دلان چلیدن گردای کاش مشت خاک دور افتادگان خاکسار و خوار در جوار دولت
نامدار افتد یا از تلغراف های دولت علیه باخبار صادقه تسلی بخش دلهای افسرده گردد زیاده هرزه درائی گستاخی است
آفتاب اقبال دولت تابان و درخشان باد

(ضمیمہ روداد چندہ بلقان)

تمہید اس تحریک کے موقع پر حضرت مولانا محمد قاسم نے ایک مفصل خط بھی تحریر فرمایا تھا جس میں حضرت مولانا نے اس جہاد کی اہمیت ترکوں کے تعاون کی ضرورت اور خصوصاً مالی امداد پر متوجہ فرمایا تھا، یہ خط ایک عرصہ تک محفوظ رہا۔ تحریک خلافت کے دور (۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء) اصل خط کہیں سے دستیاب ہوا تھا، جس کو دیکھ کر حضرت مولانا کے فرزند، مولانا حافظ محمد احمد اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن نے تصدیق کی تھی کہ یہ خط حضرت مولانا محمد قاسم کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ یہ خط اور فتویٰ بھی حضرت مولانا کی اس تحریک کا ایک اہم حصہ ہے اور اس کا جنگ بلقان کی روداد اور متعلقہ معلومات کے ساتھ مطالعہ ضروری ہے۔

اگرچہ یہ خط تحریک خلافت کے دور میں کئی مرتبہ چھپ چکا ہے، اصل خط کا عکس اور اس کا اردو ترجمہ بھی کئی سیاسی کتابچوں کے ساتھ چھپا ہے، مگر وہ سب اشاعتیں اور کتابچے بھی کم یاب ہیں۔ اس لئے اس خط کو یہاں روداد چندہ بلقان کی ضمیمہ کے طور پر شامل کرنا مفید ہوگا، زیر نظر نسخہ کی بنیاد وہ قلمی نسخہ ہے جو حضرت مولانا کے شاگرد اور فدائی مولانا عبد الغنی پھلاودی نے اپنے بھائی مولوی محمد ابراہیم صاحب سے نقل کرایا تھا۔ یہ نقل قبلہ نما کے ان اوراق کے آخر میں درج ہے جو قبلہ نما سے نکال دیئے گئے تھے اور کبھی شائع نہیں ہوئے۔

نیز جس زمانہ میں جب یہ تحریک چل رہی تھی اس وقت علمائے دیوبند نے خلیفۃ المسلمین سے اپنی وابستگی اور دلی جذبات کے اظہار کے لئے خلیفۃ المسلمین کی مدح میں کئی قصیدے لکھے تھے، منجملہ اور قصائد کے سات قصیدے "قصائد قاسمی" کے آخر میں شامل ہیں۔ یہ قصیدے اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

۱۔ پانچ قصیدے عربی میں ہیں، جس میں دو قصیدے مولانا ذوالفقار علی صاحب کے اور ایک ایک حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کا ہے۔

۲۔ فارسی اور اردو دونوں میں ایک ایک قصیدہ ہے، یہ دونوں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے کہے تھے (حضرت مولانا کے لکھے ہوئے عربی قصیدہ کا اصل نسخہ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے)

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
بسلسلہ جنگ روس و ترکی

مخدوم و مکرم مولوی احمد سعید صاحب مد ظلکم

کمترین محمد قاسم سلام مسنون عرض می کند۔ عنایت نامہ دریں خرابا آباد نانوتہ نام است و مسقط الراس ایں کمترین، نزد کمترین رسید۔ دیروز رسیدہ بود و امروز جوابش روانہ می کنم، یارب! بخدمت سامی برسد۔

مولانا بندہ نہ عالم است نہ عالم زادہ، فقط تہمت علم بنام من زدہ اند، بایں ہمہ سامان علم بدستم ہیچ نیست، بدیں وجہ گاہے جرأت افتاء و تصدیق فتویٰ نمی کنم، نہ خود می نویسم، و نہ بر نوشتۂ دیگراں مہر و دستخط می نمائیم، مگر چوں مضمون مرسل جناب از اہم مسائل دینیہ فی زماننا بود، از جوابش پہلو تہی کردن روا ندیدیم، ہر چہ بہ ذہنم آید زیر دامان سوال جناب ثبت کردم، اما ترسم بوجہ بے علمی و عدم سامان خطا کردہ باشم، مگر چوں امید است کہ از ملاحظہ علمائے کبار خواہند کہ گذرانید، چہ باک! اگر غلطی کردہ باشم اوشاں اصلاح آں خواہند فرمود۔

پیشتر ازیں بہ تکلیف بعضے اصحاب دریں بارہ مضمون طویل رقم زدہ بودم، مگر ایندم نہ اصلش موجود است و نہ نقلش پیش نظر، اگر موجود بودے برائے ملاحظہ ارسال خدمت می کردم، انشاء اللہ در باب ترغیب چندہ قدر کافی می شد۔ واللہ المستعان

معروضہ، دہم شعبان، روز سہ شنبہ ۱۲۹۴ ہجری

ترجمہ مولانا احمد سعید صاحب

کمترین محمد قاسم سلام مسنون عرض کرتا ہے، عنایت نامہ اس ویران بستی میں جس کا نام نانوتہ ہے اور اس ناچیز کا وطن ہے، ناچیز کے پاس پہنچا۔ کل خط ملا تھا، آج جواب روانہ کرتا ہوں،

یا اللہ! مولانا کی خدمت میں پہنچے۔

مولانا! بندہ نہ عالم ہے نہ عالم کا بیٹا، صرف علم کی تہمت میرے نام سے لگادی گئی ہے اور اس کے باوجود علم کا کوئی بھی سامان میرے پاس نہیں ہے۔ اس وجہ سے میں کبھی فتوی دینے کی اور فتویٰ کی تصدیق کی جرأت نہیں کرتا، نہ خود فتویٰ لکھتا ہوں، نہ دوسروں کے لکھے ہوئے فتوے پر دستخط کرتا ہوں، مگر چوں کہ جناب والا کا بھیجا ہوا مضمون، ہمارے زمانہ کے اہم ترین دینی مسائل میں سے تھا، اس لئے میں نے اس کے جواب سے پہلو بچانا مناسب نہیں سمجھا اور جو کچھ میرے ذہن میں آیا، جناب کے سوال کے نیچے لکھدیا۔ مگر ڈرتا ہوں کہ اپنی بے علمی اور سامان علم (وفتویٰ موجود) نہ ہونے کی وجہ سے میں نے (کچھ) غلطی کردی ہو، مگر کیوں کہ امید ہے کہ (یہ جواب) بڑے علماء کے ملاحظہ سے گزرے گا، اس لئے کیا ڈر! اگر میں نے غلطی کردی ہوگی، وہ اس کی اصلاح فرمادیں گے۔

اس سے پہلے بعض اصحاب کی فرمائش واصرار کی وجہ سے میں نے اس موضوع پر ایک لمبا مضمون لکھا تھا، مگر اس وقت نہ اس کی اصل موجود ہے نہ نقل سامنے ہے۔ اگر موجود ہوتا آنجناب کے لئے روانہ کرتا، انشاء اللہ (زیر نظر خط بھی) چندہ کی ترغیب کے کافی ہوگا۔

سوال بسلسلہ حمایت ترکی و چندۂ بلقان

کیا فرماتے ہیں علماء دین، اس باب میں کہ، بالفعل کفار روس نے بہت زور شور سے حدود اسلامیہ یعنی سلطنت اسلامیہ روم پر ہجوم کیا ہے اور ہجوم کفارِ روس کا صرف واسطے ترقی و تائید اپنے مذہب اور کسر شوکت اور سطوت اسلام کے لئے ہے، جیسا کہ تحریرات و تقریرات زار روس سے بخوبی اظہر ہے اور اثر اس جنگ کا حسب تقریرات زار روس بلاشبہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً سے تعلق رکھتا ہے، یعنی بہ نظر ارادہائے روس درصورت نسبت حرمین شریفین کے پایا جاتا ہے۔

اور از جانب سلطان روم نفیر عام کا بھی ہونا حسب قواعد شرعیہ بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے، چنانچہ تقریرات حرمین شریفین اور تحریرات سفیر روم جو کہ واسطے اطلاع کافہ مسلمین ہند وغیرہ کے بطور اعلان درج اخبار کے گئے ہیں اور بیان حضرت شیخ الاسلام اور تشریف لانا سفیر روم کا

واسطے استعانت کے امیر کابل وغیرہ جملہ اقوام جنگ جو کے پاس اس پر بخوبی شاہد ہیں، پس ایسے حالات میں اعانت روم کی اہل اسلام پر فرض عین ہے کہ نہیں؟ بینوا و توجروا! فقط

جواب از حضرت مولانا محمد قاسم

حسب ارشاد آیت کریمہ:

وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم (بقرہ ۱۹۰۔)

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے

دریں صورت یورش کفار جہاد فرض ہو جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس جس صورت میں مسلمانوں کی طرف سے بوجہ ضرورت مدد طلب کی ہو تو موافق ارشاد آیت کریمہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَـكُمۡ اِذَا قِيۡلَ لَـكُمُ انۡفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَى الۡاَرۡضِ‌ؕ اَرَضِيۡتُمۡ بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ‌ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيۡلٌ (توبہ ۳۸۔)

اے ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے ہو زمین پر۔ کیا خوش ہوگئے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں نفع اٹھانا۔ دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں، مگر بہت تھوڑا۔

ونیز حسب ارشاد آیت کریمہ:

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يُهَاجِرُوۡا مَا لَـكُمۡ مِّنۡ وَّلَايَتِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا‌ (۱) وَاِنِ اسۡتَـنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ

اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں، جب تک وہ گھر نہ چھوڑ آئیں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے ان کی مدد

---

(۱) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ دار الحرب سے باوجود ضرورت جہاد ہجرت نہ کریں، وہ لوگ ایک وجہ سے کفار کے حکم میں ہیں، کیوں کہ سورہ براۃ میں یہ ارشاد ہے: والمومنون والمومنت الخ اور سورہ انفال میں یہ ارشاد ہے: والذین اٰمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیٔ، جب وہ لوگ اولیاء کے زمرہ ہی میں ہوئے تو یوں کہو مومنوں کے زمرہ ہی سے خارج رہے۔ پھر باوجود اس کے در صورت طلب نصر انکی مدد اور نصرت فرض ہوئی اور اس نام کے ایمان کا لحاظ کرنا پڑا اور اس دوستی نبھانا ضروری ہوا تو مجاہدین کی امداد در صورت استمداد کیوں کر نہ فرض ہوگی۔ (حاشیہ حضرت مولاناؒ)

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلاَّ عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ (انفال ۷۲) کرنی، مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ا میں اور تم میں عہد ہو۔

میثاق جہاد کو جانا اور مدد کرنا فرض ہو جاتا ہے خاص کر یہ لحاظ کیا جائے کہ کفار ایک دوسر کی مدد کے در پے ہیں، اول تو اس صورت میں حسب ارشاد:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلاَّ تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (انفال ۷۳) اور جو لوگ کافر ہیں، وہ ایک دوسر کے رفیق ہیں، اگر تم یوں نہ کرو گے تو فتن پھیلے گا ملک میں اور بڑی خرابی ہو گی۔

مقتضائے غیرت یہ ہے کہ ہم خاموش بیٹھے دیکھا کریں، اور نہ مقتضائے ایمان و اطاعت خداوندی یہ ہے کہ دریغ کریں۔

علاوہ بریں حسب اندیشہ یہ ہو کہ حرمین شریفین خاص کر مسجد حرام کفار کے قبضہ میر آ جائیگی، چنانچہ اس لڑائی میں اگر خدانخواستہ مسلمانوں کو شکست ہو گی تو یہی نظر آتا ہے، تو اس صورت میں موافق ارشاد:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلاَ يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (توبہ ۲۸) اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے اس برس کے بعد، اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آئندہ غنی کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے۔

مدافعت کفار اور بھی فرض ہو جاتی ہے۔

الغرض اس لڑائی میں امداد حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ و سلطانہ تین وجہ سے فرض ہے، اول تو بوجہ یورش کفار، جس پر آیت اول دلالت کرتی ہے دوسرے بوجہ طلب مدد، جس پر آیت ثانی اور ثالث دلالت کرتی ہے، تیسری بوجہ اندیشہ بے حرمتی حرمین جس پر آیت رابع دلالت

کرتی ہے، مگر چوں کہ فرضیت بوجہ ضرورت ہوتی ہے خواہ بخیال یورش، یا بہ لحاظ طلب مدد، یا باعث اندیشہ بعزت، حرم محترم اور [اگر] اخبار متواترہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی مورچوں پر فوج اسلام بقدر کافی ہے تو ہم کم ہمتوں کو دربارہ امداد جاتے تو ایک ظاہری بہانہ ہے، دیکھئے قیامت کو بھی یہ بہانہ چلتا یا نہیں؟ خدا کی وسعت مغفرت اور عموم عفو کے بھروسے اس بہانے اگر کوتاہی نہ ہو تو کیا عجب ہے قیامت کو درگذر ہو جاوے، ورنہ ظاہری بہانہ پھر بہانہ ہی ہوتا ہے۔ مبادا اس بہانہ کے مقابلہ میں ادھر سے بھی دار و گیر دنیا اور آخرت میں بہانے ہونے لگیں اس پر بھی امیر کابل وغیر ہم خواتین خراسان کے ذمے ادھر سے یورش کے معلوم ہوتی ہے تاکہ روس کی قوت منتشر ہو جائے، اور ادھر کی فوج اس طرف امداد کفار کے بھی نہ جانے پائے، اور عجب نہیں ارسال سفیر باتوقیر سے ہے یہی غرض ہو۔

علاوہ بریں اہل ہند کی دلاوری معلوم، ایسے محاربات سنگیں میں ایسے نامردوں کا ٹھہرنا سخت دشوار نظر آتا ہے۔ پھر اس صورت میں سو دو سو روپے خرچ کر کے جانے کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ بھاگیں اوروں کو بھگائیں، اس لئے کیا عجب ہے کہ یہاں کے لوگوں کا جانا منتظمان جنگ کو پسند آئے اور نہ ان سے توقع آمد آمد ہو۔ جو احتمال طلب امداد جانے ہو اور خواہ مخواہ ان کی خدمت میں عرض کیجئے کہ آرام خانوں سے نکلئے، گرم سرد زمانہ چکھئے، امداد کی طلب ہے، امداد فرمائیے۔ مگر صرف مال سے کونسا بہانہ مانع ہے، ضرورت درجہ اضطرار کو پہنچ گئی ہے، دوست دشمن سب اس بات میں ایک زبان ہیں اور جب ضرورت...... تو تینوں وجہ سے فرضیت کا ہونا یقینی ہے بلکہ بمقابلہ اس کوتاہی کے اس امداد جانے کے لئے ایک قدم پھر بھی نہیں سرکا جاتا، امداد مالی میں اور اضافہ چاہئے تاکہ کچھ تو تلافی مافات ہو، ورنہ یوں تو سراسر ہلاکت و خسران دارین ہے، کیا عجب بات ہے کہ آیت:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (بقرہ ۱۹۵)

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں۔

میں تو اس طرف اشارہ ہو کہ جہاد جانی کے ساتھ جہاد مالی بھی کرو اور مال بچا کر ہلاکت میں مت پڑو، اور یہاں دونوں سے جواب صاف ہے بہرحال انفاق فی سبیل اللہ وقت ضرورت فرض

ہے، چنانچہ یہ آیت، بھی اس کی فرضیت پر شاہد ہے۔ اس پر بھی ہمت نہ کی جائے تو قطع نظرا
کے اس کوتاہی (میں) دارین کی رسوائی ہے۔

بے غیرتی کتنی بڑی ہے کہ عورتوں کو بھی مات کیا، عورتوں سے اگر جہاد بدنی نہیں ہو سکتا
زیور وغیرہ دے کر جہاد مالی میں تو شریک ہو جاتی ہیں، کیا ہندوستان کے مردوں سے اتنا بھی نہیں
ہو سکتا۔ اگر ہاتھ پاؤں میں زیور نہیں، تو صندوقوں میں تو زر ہے، یہی سہی۔

اے مسلمانان ہندوستان کی مردانگی و دلاوری تو شہرۂ آفاق تھی، ہندوستان کا بخل تو شہ
آفاق نہ تھا، مگر تمہاری اس کم ہمتی سے یوں نظر آتا ہے کہ ہندوستانی مسلمان اوروں کی نظر میں
بالکل بنیے ہی ہو جائیں گے۔

اور خیالات کہ یہ لڑائی دنیوی ہے دینی نہیں، نہ دینے کے بہانے ہیں۔ کسی کی نیت کا حا
سوائے خدا تعالیٰ کون جانے۔ ہمارے تمہارے نماز روزے کو اگر کوئی دنیا کے لئے کہنے لگے
ہم تھامے نہیں تھمتے، پھر ان کے جہاد کو کس منہ سے یوں کہتے ہو کہ دنیا کے لئے ہے۔

اگر نماز اس کا نام ہے کہ قبلہ کی طرف منھ کر کے دست بستہ کھڑا ہو رکوع کرے سجدہ کرے، ا
جہاد اس کا نام ہے کہ مسلمان کفار سے لڑیں۔ اگر اس میں اچھی نیت کی ضرورت ہے تو نماز میں بھ
اچھی نیت کی ضرورت ہے، اگر ترکوں کی نیت اچھی نہیں تو تمہاری نیت کیوں کر اچھی ہوگئی، ان ک
نیت کی برائی کیا کیا دلیل اور تمہاری نیت کی بھلائی کی کیا سند؟

علاوہ بریں ہندو معمار کو تعمیر مسجد کی اجرت دینے میں تو ثواب ہو کسی طالب دنیا مجاہد کے
دینے میں کیا ثواب نہ ہوگا، اگر معمار کے ہاتھوں دین کا کام ہوتا ہے اور خانۂ خدا تیار ہوتا ہے تو
مجاہدین کے ہاتھوں سے دین خدا قائم ہوتا ہے اور قائم رہتا ہے۔

اول تو مقتضائے عبودیت یہ تھا کہ رضائے خدا کے لئے جان نثار کرتے، نہیں مال ہی نثار
کرتے۔ یہ نہ تھا تو ثواب ہی کے لئے کرنا تھا ثواب کی رو سے بھی صرف جہاد حسب ارشاد آیت:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

کیا تم نے کر دیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَايَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

کے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں، یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ رستہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

(توبہ آیت ۱۹ سے ۲۲ تک)

جو ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ان کے لئے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں، خوشخبری دیتا ہے ان کو پروردگار ان کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی جن میں ان کو آرام ہے ہمیشہ کا، رہا کریں ان میں ملام، بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

صرف تعمیر مساجد اور خبر گیری مہمانان خدا سے جو اپنے لئے مہمانوں اور عام مساکین سے اول درجہ میں ہے کہیں افضل ہے بایں ہمہ موافق ارشاد آیت:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (توبہ ۱۱۱)

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں۔

ہمارا جان و مال جو پہلے ہی بدلالت:

وَلِلّٰهِ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

خدا کا تھا بروے ظاہر بھی خدا کا ہو چکا اور چوں کہ غرض اصلی اس خریداری سے بدلالت یقاتلون فی سبیل تائید جہاد تھی، تو ایسے وقت میں اس کام میں دریغ کرنا ایسا ہوگا جیسا کوئی بادشاہ لڑائی کے لئے میگزین رغبت کے لوگوں سے مول لے اور وہ لوگ لڑائی کے وقت اس میگزین کو

باوجود کہ تیار ہو بادشاہ کو نہ دیں، تمہیں کہو کہ اس جرم کی کیا سزا ہے، اور یہ جرم کتنا بڑا ہے؟

اعلم و علمه اتم!

تمت بالخير

معروضہ دہم شعبان ۱۲۹۴ھ روز سہ شنبہ

(تاریخ نقل: ۲۶/ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ ہجری نبوی روز پنجشنبہ کو یہ تحریر فتوی کی نقل فراغت پائی بندہ حقیر محمد ابراہیم غفرلہ پھلاودہ)

وضاحت: اصل مکتوب میں آیت کے حوالے اور ترجمہ نہیں تھا، تمام آیتوں کے ساتھ شیخ الہند مولانا محمود حسن کا ترجمہ لکھدیا ہے۔ (نور)

قلندر میل تقریرے ندارد
بجز ایں نکتہ اکسیرے ندارد
ازاں کشتِ خرابے حاصلے نیست
کہ آب از خونِ شبیرے ندارد